

سیرتِ امیرِ مومنین

مجلہ محمد بن

شمارہ نمبر 9 صفحہ 1436
2014



تعلیمِ اچھی د
کے احیائی
ضرورت

استاذان
کی
اہمیت



امام احمد رضا خان

افان
اور
میں

روحِ قوالی

خاموشی میں سلامتی ہے
خدا مرشد

عقیدہ قنزلوگ
قبولیت دعا

شاد باش اے عشق خوش سوداے ما اے طیب جملہ ملت ہائے ما

شہر فیصل آباد میں **مرشد کریم حقیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب**



کا ایک عظیم علمی و فاضل منصوبہ



مرکزی
جامع مسجد
محمی الدین
سدا رہا جگہ کو
فیصل آباد
کے متصل

محمی الدین اسلامی کالج



ذی استعداد
عظیم منصوبہ میں
سینٹ۔ ریت بریل
اینٹیں۔ بھرتی اور
مالی تعاون کے ذریعہ
شامل ہو کر عند اللہ
اجر عظیم حاصل کریں



شیخ حاجی محمد شیراؤ صدیقی (داؤد یکساں ملز) شیخ حاجی محمد آصف صدیقی (سدا رہا شیخ فیکس)
0321-7840000 0300-8682234

خدا م محمی الدین ٹرسٹ کے سرشنیل فیصل آباد

پیشانی پر نورانی طبع کا نورانی اثر
لقیب صبیح سعادت

فیضانِ سرمدی تہذیبی ہرماں

محمی الدین

مرشد کریم محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب

شمارہ نمبر 0 - صفحہ 1430 - 2014



پیشانی پر نورانی طبع کا نورانی اثر
لقیب صبیح سعادت

محمی الدین

- اس شمارے میں
- اداریہ: حقیقت مند لوگ
 - نور قرآن: قبولیت دوما
 - نور حدیث: خاموشی میں سلامتی ہے
 - آستانوں کی اہمیت
 - پاکستانی خاتونوں میں تعلیمات مجتہدہ کا حیا کی ضرورت
 - اہل حضرت امام احمد رضا خان بریلوی
 - مروجہ قوالی اقوال اولیاء کے آئینے میں
 - خواب مرشد

ماہی غور شنیدہ واداد مدنی
ماہی جع محمد اصمت مدنی
ماہی نور محمد سادل مدنی
علیہ علیہ علیہ احمد مسکانی
پیشانی پر نورانی طبع کا نورانی اثر
لقیب صبیح سعادت

ماہی غور شنیدہ واداد مدنی
ماہی جع محمد اصمت مدنی
ماہی نور محمد سادل مدنی
علیہ علیہ علیہ احمد مسکانی
پیشانی پر نورانی طبع کا نورانی اثر
لقیب صبیح سعادت

رابطہ نمبرز
041-2636130
0321-7611417

فاوت آرٹس

رابطہ نمبرز
041-2636130
0321-7611417

جامع مسجد محمی الدین
سدا رہا جگہ کو

صدیقہ سہیل کی سرشنیل فیصل آباد

اداریہ عقیدت مند لوگ

اسلامی سال کے دوسرے ماہ مہینہ مہینہ میں کئی ایک بزرگ ہستیاں مقبولان بارگاہ خدا کے ایام وصال ہیں۔ جن کی یاد میں محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ جس میں قرآن پاک کی تلاوت، درود شریف، نکتہ شریف کا ورد اور علماء کرام قرآن و حدیث کی دروس سے حاضرین کی اصلاح فرماتے ہیں۔ ایسی محافل کو عرس کا نام دیا جاتا ہے۔ تقاریب عرس میں جو کچھ ہوتا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تائید تو ہے منع نہیں کیا گیا۔ اور پھر عقیدت مند لوگ مزارات اولیاء پر حاضری دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو یاد آخرت کیلئے اور کچھ عقیدت سے حاضر ہو کر کتاب فیض بھی کر لیتے ہیں۔ جس طرح حضرت غلامحسین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حزار پر حاضر ہوئے۔ کتاب فیض کیا۔ اور یہ فرما گئے۔

سچ بخش فیض عالم عظیم نور خدا ناقصاں را در کامل کمالاں راہ را ہما علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حزار پر حاضری دی تو کیا خوب فرمایا۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار اس خاک کے ذریعے سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار اور اس قدر متاثر ہوئے کہ فیض کی بجائے اس طرح طلب کی۔ سبحان اللہ

تین سو سال سے ہیں ہند کے میکانے ہند اب مناسب ہے کہ حیران فیض ہو عام اے ساقی تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ حیرے بیانے میں ہے باو تمام اے ساقی یہ بات اعظم من القس ہے کہ مزارات اولیاء پر حاضری دینا اور فیض کا حاصل کرنا اسلاف کا عمل ہے جی ہاں عقیدت مند لوگ صرف مزارات پر حاضری ہی نہیں دیتے بلکہ صاحبان مزار کی تعلیمات پر عمل بھی کرنا اور اپنی زندگیوں کو بھی قابل رشک بنا لیتے ہیں۔ ان کے مشن کو اپنا کر سرخرو ہو جاتے ہیں۔ آئیے اولیائے کرام کی محبت، سیرت و تعلیمات کو اپنا کر ہے عقیدت مند لوگوں میں شامل ہونے کی سعی کرتے ہیں۔

ازہدیر اعلیٰ

نور قرآن قبولیت دعا

ازہدیر اعلیٰ

میں دعا کرنے کے لئے دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔ (آیت ۱۸۶ سورہ البقرہ)

اللہ کریم بڑا مہربان ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر تو خاص کرم نوازی فرماتا ہے۔ بندہ اللہ سے فریاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فریاد سنتا ہے۔ کرم فرما دیتا ہے۔ جو بندے کے حق میں بہتر ہو وہ عطا فرما دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (جامع ترمذی)

دوستو! دعا سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ منگنے کا کام مانگنا ہے۔ اور دانا کا کام دینا ہے۔ منگوں میں شامل رہنا چاہیے۔ رب کی رحمت تو بخشے گا پرانہ تلاش کرتی ہے۔ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا بندے کی شان ہے اور عطا فرماتا اللہ رب العالمین کی شان ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہے کہ اللہ کریم غنیوں اور مسکینوں میں اس کی دعا قبول فرمائے۔ تو وہ پیش و آرام میں کثرت سے دعا کرے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس وقت کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد سوال کرے تو اس کی قبولیت متوقع ہے۔

پورے عزم و یقین سے دعا کرنے کا حکم ہے۔ غافل دل کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ خشوع و خضوع عاجزی و انکساری سے طلب کی ہوئی فریاد قبولیت کا اعزاز حاصل کر لیتی ہے۔ جب بندہ خود کو محتاج سمجھ کر اپنے رب سے طلب کرتا ہے اللہ رب العالمین اپنی شان کریمی سے ضرور نوازا تا ہے۔ سارے خزانوں کا مالک اللہ ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ امتی جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ رب کے حضور پیش کرتا ہے۔ تو وہ خوش ہو کر اپنے محبوب کی

امت کو خیرات سے مالا مال فرماتا ہے۔

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ ابراہیم بن نصر کرمانی کیے از ابدال میں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ دس وجوہات سے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ 1- اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے۔ 2- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے ہیں۔ 3- قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ 4- جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستے پر نہیں چلتے۔ 5- جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستے پر دھم چل کر رہتے ہیں۔ 6- اہلسنت کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اس کی موافقت بھی کرتے ہیں۔ 7- مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں کرتے۔ 8- اپنے بھائیوں کے محبوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے محبوب نہیں دیکھتے۔ 9- لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت یاد نہیں کرتے۔ 10- قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکان بناتے ہیں۔ (تبیان القرآن جلد ۱ ص ۷۳۶)

ہر جائز دعا مانگتے رہو اپنا محاسبہ کرتے ہوئے رب کے حضور پیش ہوتے رہو۔ اس لئے کہ اس کو اپنے دربار میں حاضر ہو کر دعا کرنے والے لوگ پسند ہیں۔

المدینہ لائبریری

☆ علمائے اہلسنت کی کتب مطالعہ کیلئے مفت حاصل کریں۔
☆ علمائے اہلسنت کے بیانات اپنے میموری کارڈ، پوائس بی میں مفت ڈاؤن لوڈ کروائیں۔
☆ ماہنامہ نبوی لدین نبوی بھی مفت حاصل کریں۔ مرکزی آفس P-90 بازار نمبر 2 مرضی پورہ

برائچ 1: رضوان موہاٹل بازار نمبر 3 نزد جامع مسجد نورانی بریلوی عودالار و فیصل آباد

برائچ 2: محبوب ٹیلرز نزد جامع مسجد نورانی بریلوی عودالار و فیصل آباد 0321-703164

نور حدیث خاموشی میں سلامتی ہے

از: مدبر اعلیٰ

من صحت لاجلہ۔۔۔۔۔ حدیث مبارکہ ترجمہ: جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مختصر جامع کلمات میں حکمت کے درجے بہا پوشیدہ ہیں۔ کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے میں ہی دونوں جہان کی آبرو ہے۔ زیادہ بولنے والا شخص زیادہ خطائیں کرتا ہے۔ زیادہ بولنے والا جھوٹ بھی بول جاتا ہے۔ فحیبت، چغلی بھی زیادہ بولنے والا ہی کرتا ہے۔ اور جو خاموش رہتا ہے۔ وہ تمام برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ اس میں رہتا ہے۔ کرم ہی رہتا ہے۔ بھرم میں رہتا ہے۔ شرم میں رہتا ہے اور نجات یافتہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ایک بات کرے یا چپ رہا کرے۔ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے مجھے جنت مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھوکے کو کھانا کھانا، پیاسے کو پانی پلانا، اچھی بات کا حکم دینا، اور برائی سے منع کرنا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی زبان سے سوائے خیر کے کچھ نہ بولنا۔ اتنا سستا سودا، سبحان اللہ، آؤ دو ستوا ہم بھی فضول گفتگو سے اجتناب کرتے ہیں اور گپ شپ کے عنوان سے ایسی باتیں جن کا نہ دنیاوی فائدہ نہ ہی دینی فائدہ ہونہ کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ فرشتہ تحریر کرتا ہے۔ بول تو بولنے سے پہلے تو لو۔ کہ جو کہنے لگا ہوں اس سے خاموشی اچھی ہے یا کہ بولنا ہی نفع بخش ہے۔ تو دانا کہلاؤ گے۔ فلاح پا جاؤ گے۔ سننے کیلئے دوکان ہیں ان سے سنو۔ حکمت سمیٹ لو۔ خاموشی میں سلامتی ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منہ میں نکر رکھتے تاکہ بولنے سے رُکے رہیں اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔ اس نے مجھے بہت سے گمراہ اتارا ہے۔

اللہ کریم ہمیں بھی خاموش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آستانوں کی اہمیت

مرشد کریم حضرت علامہ محمد علاء الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات ”منہاج الکنز“ سے انتخاب آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ دربار بستوں سے باہر اور بستیاں عموماً دریاؤں سے دور ہوتی ہیں اور چشمے بستوں کے اندر ہوتے ہیں یا بستوں کے قریب ہوتے ہیں تاریخ جب اظہار کرے گی تو دریا کا ذکر کرے گی آپ نے آج تک تاریخ کی کتابوں میں چشموں کا ذکر نہیں دیکھا ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخ کی افادیت ہمہ گیر ہوتی ہے جتنے بھی سلاسل اولیاء ہیں نقشبندی قادری چشتی سہروردی ان کی مثال دریا کی ہے انہوں نے اپنا فیض مخلوق تک پہنچانے کے لئے چشمے مقرر کر رکھے ہیں کوئی چھوٹا چشمہ ہے کوئی بڑا چشمہ ہے یہ سب مخلوق کی سہولت کے لیے ہے۔ اگرچہ زمینی رابطہ چشمے اور دریا کا ایک ہی ہے مگر گہروں میں پانی چشموں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ آپ اپنے سامنے اس بلب کو روشن دیکھ رہے ہیں اگرچہ اس کا تعلق تربیلہ ڈیم یا منگلا ڈیم سے ہے مگر اس وقت اس کو بجلی آپ کے محلے میں لگے ٹرانسمارمر سے مل رہی ہے اس طرح لاکھوں کروڑوں بلب ایک ہی تار کے ساتھ لگے ہوئے ہوں جب مرکز سے ٹن دبایا جائے گا تمام قصبے بیک وقت روشن ہو جائیں گے اگر کوئی یہ کہے کہ میں بجلی حاصل کرنے کیلئے تربیلہ ڈیم جاؤں گا تو اس کی فطری ہوگی یہ سہولت آپ کے گہروں میں گورنمنٹ نے بھیجی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کے سمندر سے نقشبندی قادری چشتی سہروردی اور یا بھیجے ان دریاؤں نے لوگوں کی سہولت کے لئے خلفاء کرام کی صورت میں چشمے ان کی بستوں میں بھیجے تاکہ کوئی پیا ساندہ رہے ان کے ساتھ رابطہ ضروری ہے آستانوں پر مقرر کی گئی ماہانہ یا ہفتہ وار ذکر کی محافل میں حاضری دینی چاہیے وہی فیض جو ایک مرکز میں جا کر ملے گا وہی ذکر فکر ادب و اخلاص آپ کو یہاں مل جائے گا۔ آپ کو اگر ریل میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ حکمرانوں نے وقفے وقفے پر ٹکٹ گہرائے ہوئے ہیں آپ جس ٹکٹ گہرے ٹکٹ خرید کر ریل میں بیٹھ جائیں آپ منزل پر پہنچ جائیں گے۔ یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ

جعلی نہ ہو آج کے دور میں جعلی ٹکٹ فروش زیادہ ہیں انکی پہچان ضروری ہے۔ جس درویش کی مجلس آپ کو غفلت کے اندامیروں سے نکال کر بیداری کا درس نہ دے۔ جان لینا چاہیے وہ درویشی کے لباس میں جعلی ٹکٹ فروش ہے۔ فقیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا سفر ہوتا ہے پیر کے ساتھ محبت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ نبی کے دریک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ نماز اور ذکر کی پابندی ضروری ہے۔ نماز انسان پر ایسا فرض ہے جو ہر حال میں ادا کرنا ہی ہے فرض کی بروقت ادائیگی صرف اسکا دھمال کرتی ہے قرب کا باعث نہیں بنتی قرب کے لئے تہجد، نوافل اور ذکر عطاوت قرآن ضروری ہے۔

”يَنْفَرُ بِلِقَائِهِ مَبْنِيٌّ بِالسَّوْءِ“ (الحديث)

قرب حق کے لئے فرض کی ادائیگی کے بعد نفل عبادات نہایت ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلاموں میں جینا اور مرنا نصیب فرمائے۔ آمین آپ حضرات جس جس آستانے کے ساتھ وابستہ ہیں اپنے پیر کے سالانہ عرس میں حاضری دیا کریں بلا وجہ عرس کی غیر حاضری بہت سی عرومیوں کا سبب بنتی ہے۔

(دربارِ جاہد آباد تا مکی مظفر آباد)

شخصی خبریں

الحمد لله مرشد کریم حضرت پیر

محمد علاء الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کے عظیم منصوبہ جات میں سے محی الدین اسلامی میڈیکل کالج میرپور آزاد کشمیر

کے ساتھ جدید سہولتوں سے آراستہ محی الدین شیپنگ ہسپتال

کی تکمیل پر خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل

ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

پاکستانی خانقاہوں میں تعلیمات مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے احیاء کی ضرورت

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب

خانقاہ کا تصور بہت قدیم ہے۔ کہ یہ غلوت نشینی کے طبی رجحان کا نتیجہ ہے۔ انسان جب بھی سماجی ماحول سے بے زار ہوا یا ماحول کی ناموافقیت سے دل برداشتہ ہوا تو تنہائی کی تلاش میں ایسے زاویے قائم کرنے لگا جہاں وہ خارج سے بے نیاز ہو کر دروں بینی کی سہولت پائے۔ یہ کوشش نشینی یا یہ عزت پسندی انسانی معاشرے کا ہمیشہ سے حصہ رہی ہے۔ اس کی خواہش بھی عام رہی اور اس کی افادیت کا بھی عمومی اعتراف رہا۔ ایسے لحاظ کا ذکر ہر دور آشنائے ہاں موجود ہے۔ مثلاً شاعر کہتا ہے۔

اب چراغ اپنا تہہ دامن جلا لیتا ہوں میں

جب بھی تنہائی طے محفل سجا لیتا ہوں میں

یہ محفل خالصتاً ذاتی ہوتی ہے کہ اس میں غیر کی دخل اندازی نہیں ہوتی۔ ایسی تنہائی کی محفلیں عرفان ذات کی محرک بنتی ہیں۔ جو بالآخر عرفان رب کی تمہید ہوتی ہیں۔ تاریخ انسانی شاہد ہے کہ ایسے لحاظ اور اس قسم کے زاویے ہر دور کے انسان کی ضرورت رہے ہیں۔ اگرچہ نام بدلتے رہے ہیں۔ اسلام چونکہ محاسبہ نفس کی دعوت ہے۔ اس لئے خانقاہ کی طرح کے مراکز ملت اسلامیہ میں ہمیشہ معروف رہے ہیں۔ ان مراکز کی امتیازی خصوصیت یہ رہی ہے کہ یہ معاشرے سے فرار کے ٹھکانے نہ تھے بلکہ استعداد کو ہمہ فعال کرنے کے مقامات تھے۔ ان کا بنیادی مقصد تہذیب و تعبد تھا مگر یہ پیش آمدہ حالات کے لئے تیاری کے دورانیے بھی تھے حتیٰ کہ بقول علامہ اقبال مرحوم تاجرا کے غلوت گزینی بھی تعمیر قوم و ملت کی تمہید تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان غلوت کدوں کے آداب بھی متحین ہونے لگے۔ بعض اعمال و اشغال اختیار کیے جانے لگے۔ معاشرتی کردار کی استواری کے لئے بیعت کے سلسلے کا احیاء بھی ہوا۔ اس کا مقصد یقین کو استحکام بخشنا تھا۔ اور متوسلین کے درمیان یک رنگی کا سماں پیدا کرنا تھا کہ نہ خیر کا مربوط نظام قائم رہے۔

مزاج اور ضرورت کے پیش نظر اعمال و اشغال میں تفاوت بھی ہوا مگر تمام مساوی کی روح ایک ہی رہی۔ مقصود تربیت کردار کا اہتمام تھا اور شریعت اسلامیہ کی پاسداری کو یقینی بنانا تھا اس لئے خانقاہیں نہ ذاتی شہرت کے ادارے بنے اور نہ ہی فحشی نظریات کے فردغ کے مراکز، بلکہ یہ بہر صورت اشاعت اسلام اور اتباع شریعت کے آستانے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان آستانوں کے درمیان نہ کوئی خاصیت تھی اور نہ کسی صورت خود پسندی۔

تزکیہ نفس کے یہ ادارے توسیع ریاست کے ساتھ ساتھ پھیلتے گئے۔ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ نظریات مقامی اثرات سے محفوظ نہیں رہتے کہ طبائع کا تفاوت تربیت کی بوجھوں کو چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تصوف کے مختلف سلاسل برصغیر آئے تو تقویٰ و صالحیت کی ہم رنگی کے باوجود بعض میلانات و وظائف اور بعض اعمال و اشغال میں قدرے تفاوت در آیا۔ معاصر قوتوں سے نبرد آزما کی کا قضا بھی یہ تھا۔ کہ حملہ آور کے تیور بچانے جائیں اور حالات کا مقابلہ کیا جائے۔ برصغیر پاک و ہند میں جب اسلام داخل ہوا تو مقابلہ ایک راسخ اور سخت گیر قوم سے تھا۔ یہاں ویدانت اور جہلیت کا دور دورہ تھا۔ نظریاتی اختیار اس قدر عام تھا کہ گھر گھر کالہ جدا تھا۔ بت پرستی کی کثرت اتنی تھی کہ شہر شہر اور قریہ قریہ کے معبود الگ تھے۔ اس کے نتیجے میں اعمال کی بھی بوجھوں تھی۔ ہندو مذہب کا رویہ یہ تھا۔ کہ ہر اصلاحی تحریک کو اپنے اندر جذب کر لیتا تھا۔ اور شرک آشنائے کرتا تھا۔ ہندو مت کے ہاں بت کو ہی پوجنا تھا۔ وہ بت کسی کا کیوں نہ ہو۔ جو مذہب گائے سے لے کر برگد تک کو سجدہ کر سکتا تھا۔ وہ بھلا انسانوں کے سامنے جھکنے سے کیسے انکاری ہو سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر مصلح بت کے روپ میں ڈھال لیا گیا اور ہموایا گیا۔

اسلام کی آمد ایک انقلاب کا اعلان تھا۔ جس کے اثرات بہت تیزی سے ظاہر ہونے لگے۔ شروع شروع میں ویدانت کے رسیا دم بخود ہو گئے مگر جو نبی اس حیرت سے نکلے تو پرہیز گارے لگنے لگے۔ ترک دنیا کی روش برصغیر میں عام تھی۔ سب سے پہلا حملہ بھی اسی حوالے سے ہوا۔ اس شب خون کا ہدف خانقاہی نظام بنا اور بڑی چابک دستی سے اس نظام خیر کے حصار میں دراڑ

ڈالنے کی سہولت کی گئی۔ وہ رسوم و عادات جو مقامی آبادی میں پختہ ہو چکے تھے۔ اسلامی تعلیمات کے لائحے بنائے جانے لگے۔ خانقاہی نظام کا وہ مقدس ماحول بننے لگا جو اکابرین نے بڑی محبت سے قائم کیا تھا۔ ہمدانیت کے نظریات کو مقامی رنگ دیا جانے لگا۔ اور وحدت الوجود کے فلسفہ حیات کو مصری روپ دے کر جدیدیت کا شاخسانہ بنا دیا گیا۔ جس سے نظریات میں جموں اور اعمال میں بے ترتیبی عام ہونے لگی۔ برصغیر کا مسلمان گواہ ہے کہ کس طرح خود ساختہ نظریات کو دین کا لبادہ اوڑھا گیا۔ اس نظریاتی فساد کا نتیجہ یہ نکلا کہ تصوف کا نام پر کئی ایسے گروہ وجود میں آ گئے جو شرعیہ اسلامی کی مرکزیت سے ہٹنے لگے اور دین میں ہمدونیت پسندی کو مثال کرنے لگے۔ عقائد میں بے ترتیبی جنم لینے لگی اور اعمال میں شرک و بدعتیں نمایاں ہونے لگے۔ یہ تمام احوال جس میں حضرت محمد الف جانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصلاحی مشن کا آغاز کیا۔

حضرت محمد الف جانی رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کا وہ نور بخش کرنے کی سعی کر رہے تھے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے روشن تھا اور وہ غبارِ دھونے لگے جو مقامی گروہ اسلام کے زربخ تاباں پر پڑ رہا تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ رائج الوقت نظریات سے تصادم کی راہ تھی اور مقامی آبادی کے علاوہ غلط فہم مسلم آبادی سے بھی ٹکراؤ تھا۔ حکومت اگرچہ مسلمان تھی مگر اقتدار کی قلام گردشوں میں ہندو مت کی رقص کرنے لگا تھا۔ اس لئے سخت حراست ہوئی مگر وہ مجدد جسے تقدیر حالات کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ ہر خطرے سے بے نیاز رہا، قید و بند کی آزمائشوں سے بھی گزرا مگر پائے استقامت میں لرزش نہ آئی۔ مخالفت کا طوفان اٹھنا ہی تھا کہ تاریکیاں اُجالوں کو برداشت نہیں کرتیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آفتابِ مائل بہ طلوع ہو جائے تو اندھیرے بے توفیق ہو کر سمٹنے لگتے ہیں۔ حضرت محمد الف جانی رحمۃ اللہ علیہ کی تابانیاں برصغیر عالم اسلام پر یوں ہو پڑیں کہ اسلام کی حقانیت حقیق ہو گئی۔ یہ سلسلہ زلزلہ شدتی قوت کے ساتھ رواں دواں ہوا مگر استعمار کے جبر اور مقامی و غیر مقامی نظریاتی فساد نے پھر سے تاریکیاں مسلط کرنا شروع کر دیں۔ اب پھر صدیوں کے سفر کے بعد باطل نظریات کو جراتِ یلغار ہوئی ہے۔ خانقاہی نظام کا شیرازہ پھر سے

بکھرنے لگا ہے۔ حالات پھر اکبر کے دور کے سے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں۔ اتنا دلا غیر کی کا ناقوس بھر بجتے لگا ہے۔ انتشار و فتنہ پھر عید ہو گیا ہے۔ خانقاہوں کا نظام خیر پھر لرزے لگا ہے۔ طالبان حق اور تلاشیانِ صداقت اب پھر کسی راہنما کے چشمِ کرم کے منتظر ہیں۔ دیکھ لیجئے اس دور کے حکیم اُمت پکار رہے ہیں۔ دادخواہ ہیں اور خوشگوار حیرت ہے کہ پھر اُسی بارگاہ میں کھڑے ہیں جس سے برصغیر کی تقدیر سنوری تھی۔ وہ درویشِ مندانہ پکار سے قصہ در سنار ہے ہیں۔ حاضری کا منتظر دیکھئے۔

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ اوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
صاحبِ اسرار کی ادا اور وہ یہ کیا تھا سنئے۔

مگر وہ نہ جگہ جس کی جہاگیر کے آگے
جس کے فلسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ایسے ہی خبردار کے حضور حاضر ہونا زیب دیتا ہے اور وہی درگاہ جو نگہبانی کا سلیقہ جانتی
ہو حق رکھتی ہے کہ اُس کے حضور قصہ در دُنایا جائے اس لئے علامہ پکارا ٹھٹھے کہ
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری پٹا ہیں و لیکن نہیں بیدار
پٹا آنکھیں بیدار نہ ہوں تو بصارتیں دھوکہ دیتی ہیں اور ہر ناخوب، خوب نظر آنے لگتا
ہے۔ یہی اس دور میں ملت کی حالت ہے۔ اس لئے ہر صاحبِ اسرار بے زار ہونے لگا ہے۔ علامہ
کی بصیرت، بیدار تھی اس لئے

آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بے زار
عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ غلط کہ جس میں
پیدا کلمہ فقر سے ہو طرہ دستار
باقی کلمہ فقر سے تھا دلوں حق
طروں نے چڑھایا ختم خدمت سرکار

علامہ مرحوم کے نزدیک مسندوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے۔ کہ درویش خدا مست،
اقتدار کی مسندوں کا اسیر ہو گیا ہے۔ روحانی مراکز اب مادیت کے حصار میں ہیں جس سے اعلائے
کلمہ حق دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امت مسلمہ کو یہ راہ نجات
دکھائی تھی کہ طاقت ور سے طاقت ور حکمران ہی کیوں نہ ہو مسند نشینوں کو حق گوئی کی عادت اپنانی
چاہیے۔ قوت یا اقتدار پر اکبر اعظم ہو یا جہانگیر وہ کس قدر طاقت کا دم رکھتے ہوں اور غرور نفس کے
بیکر ہی کیوں نہ ہوں اُن کی اطاعت شریعت کے پیمانوں سے ہی متعین ہوگی کہ اُن کا ہر فرمان
شریعت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ کسی ایسی نیاز مندی کی اجازت نہیں جو شریعت اسلامہ کے
نزدیک مستحسن نہ ہو۔ جہانگیر کے دربار میں مجددوں کا رواج تھا۔ کہ ہندو معاشرت برتری پارہی
تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجودیکہ بعض فقہاء کے ہاں سجدہ تعظیسی کا جواز
موجود تھا۔ اس کی تردید کی اور رخصت کے بجائے عزیمت کی راہ اپنانے کا درس دیا۔ یہ اُس وقت
صرف ایک فقہی مسئلہ ہی نہ تھا۔ اقتدار سے نکرانے کا معاملہ تھا مگر آپ نے اس پر مواخذہ کیا اور
جواز کی سہولت کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ۔

”بعض فقہاء نے اگرچہ بادشاہوں کے لئے سجدہ تحیت یعنی سجدہ تعظیم جائز رکھا ہے
لیکن بادشاہوں کے لئے بھی مناسب ہے کہ اس امر میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں اور
اسی قسم کی ذلت و اکسار حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے پسند نہ کریں۔“

بعض احباب نے سجدہ تعظیسی کے حوالے سے شاہی عتاب کا ذکر کیا کہ جب جواز کا
کوئی پہلو موجود ہے تو خواہ مخواہ مخالفت کیوں مول لی جائے تو اس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا۔

”یہ فتویٰ تو رخصت ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ غیر حق کے سامنے سجدہ نہ کیا جائے۔“
کیا عصر حاضر اس عزیمت سے سبق نہیں لے سکتا؟ ذرا غور فرمائیے کس طرح
مسندوں سے صاحبان اقتدار کے لئے زندہ باد کے نعرے گونج رہے ہیں اور کس طرح خوشنودی و
بہنوئی کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ کوششیں کس قدر مدہمت کا سبب بن رہی ہیں اور کیسے دین کے
نقائص پامال ہو رہے ہیں۔ ضرورت اسی عزم کی ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی میراث ہے۔
تصوف کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کے دعویداروں میں بعض قباحتیں جنم لے لیتی تھیں مثلاً
یہ کہ مشائخ کے آستانوں پر زُشدد ہدایت کی تعلیم کے بجائے خود مگر کی نمود ہونے لگتی ہے۔ جس
کے نتیجہ میں ایسے دعوے ہونے لگتے ہیں جو ان مسندوں کے لئے مناسب نہیں ہوتے۔ یہ دعوے
دو طرح کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ اپنی ذات کے حوالے سے ایسے اعلانات ہونے لگتے ہیں۔ جو
صوفیاء کو سزاوار نہیں ہوتے اپنے رویوں کو شریعت کے مترادف سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور اپنے عمل کو
حجت قرار دیا جاتا ہے۔ یہ غلط فہمی کئی روپ دھارتی ہے مثلاً:
کبھی کبھی یہ غلط فہمی اس قدر انا پرست بنا دیتی ہے کہ قدم قدم پر کرامات کے دعوے
ہونے لگتے ہیں۔

اور کبھی یہ اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اپنا مرتبہ ولایت سے اٹھا کر صحابہ کرام علیہم
الرضوان سے بھی ماوراء گردانا جاتا ہے۔

اور کبھی بعض کے ہاں نبوت کی ہمسری کا شمار آ جاتا ہے۔
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان سب دعوؤں کا شدت سے رد کرتے ہیں اور
ایک صوفی کو اجتماع شریعت کے لڑم کا درس دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے بارے میں ہمیشہ مجھ کا

اظہار کیا اور اسی کی وجہ اظہار جانا فرمایا۔

”فقیر اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح خیال کرتا ہے۔ جو اپنا تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہو گئی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صوفیانہ مشرب کا مقصود یہ ہے کہ شریعت کی پاسداری میں طبعی سہولت پیدا ہو۔ تصوف اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بلکہ شریعت کے اجراع کا نام ہے۔ فرماتے ہیں۔

”طریق صوفیاء پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شریعہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقہی احکام کے ادا کرنے میں آسانی ہو۔

پھر مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ اور زیادتی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ شریعت کی پاسداری کی تاکید اس دور کے لئے بھی تھی۔ اور آج بھی اسی پر تمام کامیابیوں کا انحصار ہے۔ اجراع شریعت کے ساتھ غرور نفس سے بچ کر رہنا بھی ایک صوفی کے لئے لازم ہے۔ اُسے اکسار کا جسمہ بن کر رہنا ہے۔ اور کرامات کے اظہار میں اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا ہے۔ کہ وہ روحانی ارتقاء میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ مجدد رحمۃ اللہ علیہ تو ان صوفیاء کو اس غلط مراتب کی تاکید کر رہے ہیں۔ جو باصلاحیت ہیں اور روحانی ارتقاء میں بڑے ہوئے ہیں مگر غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ بھلا ان کے بارے میں آپ کی تعلیمات کیا ہوں گی جو روحانیت کی ابجد سے بھی آگاہ نہیں ہیں مگر انہیں درافت میں یہ مسند ارشاد حاصل ہو گئی ہے۔ آج کے صوفیاء کو تو اور بھی غلط ہو جانا چاہیے۔ اور تصوف کو نثر خیر کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ جب صالحین کو اپنا امام بنایا جائے۔ ہر عمل میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، تعامل صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مشعل راہ بنایا جائے۔ بد قسمتی یہ ہوتی ہے کہ من پسند تاویلوں کا سہارا لیا جاتا ہے اور اپنے اقوال و اعمال کو برتر ثابت کرنے کے

لئے اولیاء ماسبق سے روگردانی اختیار کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کردار و سیرت تک کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ایسے افراد کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات راہنما بننے چاہیں جن کے نزدیک کوئی دعویدار تصوف تو کیا اولیاء با صفا بھی صحابیت کے رجبہ بلند تک رسائی نہیں پاسکتے۔ فرماتے ہیں۔

”کوئی ولی صحابی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔“

صحابی سے برتر ہونا تو کجا اس مرتبہ تک پہنچنا بھی ممکن نہیں۔ یہ شرف انہیں صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فخر کی ہر راہ اسود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابند ہے۔ تصوف کا دعویٰ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اجراع کی عظمت حاصل کرنے کے لئے اطاعت شعاری کی راہ پر چلیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حق کا منصب کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”جاننا چاہیے کہ جہاد ہے۔ جو مزید کو حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کرے۔ یہ بات تعظیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ حق تعظیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا راہنما بھی ہے۔“ پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”دور پانچویں اور چھٹے جہاد کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ مستحکم نہیں ہیں۔“

صحیحہ افروزی کا حق ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

اجراع سنت بے شک نجات دینے والی اور خیرات و برکات بخشنے والی ہے اور غیر سنت کی تقلید میں خطر در خطر ہے۔

یہ عمارت اور صحیحہ آج کے دور کے مسند نشینوں کے لئے زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔ من پسند تاویلوں کا گور کہ دھند آج تصوف کو حصار میں لے چکا ہے۔ اس کا سد باب انہیں فرمودات کی روشنی میں ممکن ہے۔ ایک غلط روش عام ہوتی جا رہی ہے۔ کہ پہلے اور ریاضتیں ہی سب کچھ ہیں۔ اس لئے فرائض میں کوتاہی ہو رہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صوفیاء کرام جاننے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ حتیٰ فتویٰ دیتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”پس صوفیاء کا جو کلام علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال کے موافق ہے وہ قبول ہے اور جو ان اقوال کے مخالف ہے۔ وہ مردود و نامقبول ہے۔

یہ ہیں وہ تعلیمات جو مسند نشینوں اور دعویداران تصوف کے لئے راہنما ہیں۔ ان پر عمل ہوگا تو تصوف کے وہی نتائج نکلیں گے جو قرونِ اولیٰ کے عصرِ خیر میں نکلے تھے۔ وگرنہ یہ سب دنیا داری ہے۔ جو دین کے نام پر کی جا رہی ہے۔ آئیے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا کو وکیلہ حیات بنائیں تاکہ دین و دنیا میں سرخرو کی حاصل ہو دعا یہ ہے کہ۔

”اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ یہی مقصود ہے اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔

سالانہ ختم شریف

حضور مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا

مورخہ 10 دسمبر بروز بدھ بوقت صبح 10 بجے سے نمازِ ظہر تک

بمقام: آستانہ مبارک ڈھوک کشمیریاں راولپنڈی

مقتدر علماء کرام، مشائخ عظام اور وابستگانِ دربار فیضیہ ریلیاں شریف شرکت کی سعادت حاصل کریں گے۔

قرآن مجید، کلمہ شریف، درود شریف کثرت سے پڑھ کر ساتھ لائیں۔

رابطہ نمبر 051-4907744

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: خولید وحید احمد قادری صاحب

انیسویں صدی عیسوی نے یوں تو برصغیر پاک و ہند میں بڑے بڑے آدمی پیدا کیے۔ ان میں ہر مکتب فکر اور ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ مگر جیسی جامعیت اور جیسی انفرادیت امام احمد رضا بریلوی کے حصے میں آئی۔ وہ اپنی جگہ بے مثال و بے نظیر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ماہ و سال کی گردشوں نے مولانا کی عظیم شخصیت پر غفلت کے دینر پر دے ڈال دیے تھے۔ لیکن جب ہم یہ پردے ہٹا کر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے ہیں تو ان جیسے آدمی اسلافِ جدید میں دور دور تک نظر نہیں آتے۔ اعلیٰ حضرت اتنی جامع حیثیات شخصیت تھے۔ اور اتنے علوم و فنون میں کامل تھے کہ ان کے ذکر ہی سے عقل حیرت میں آتی ہے۔ اور وجدان وجد کرنے لگتا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ شاید ان کے مرتبے سے فروتر بات ہوگی مگر اس کے سوا اور کہا بھی کیا جائے کہ وہ عقل و عشق دونوں میں اس مقامِ رفیع پر رونق افروز ہیں جہاں نمودار ہوتے ہوئے خیال کے بھی پر جلنے لگتے ہیں۔

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، منکلم، مفتی، حافظ، قاری، شاعر، مصنف، ادیب، علوم عقلی و نقلی کا فاضل قبحہ، اپنے عہد کا بہت بڑا شیخ طریقت اور مجدد شریعت اور ان سب خصوصیتوں سے بالاتر ایک نرالا، انوکھا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امامِ اہلسنت 10 شوال المکرم 1272ھ کو بریلی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں ان دنوں حیات تھے۔ پوتے کے پیدا ہونے کی خبر ان کے کانوں تک پہنچی تو خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے بھانجے علی محمد خاں صاحب کی روایت ہے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ جب احمد رضا پیدا ہوئے تو والد مرحوم ان کو حضرت دادا جان کی خدمت میں لے گئے۔ دادا نے گود میں لیا اور معاً لسانِ غیب سے فرمایا۔ ”میرا یہ بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا۔“ اعلیٰ حضرت کی یہی بڑی بہن فرمایا کرتی تھی۔ کہ بچپن

میں ہی تمام خاندان میں یہ بچہ اپنے حراج اطوار اور ذہانت کے اعتبار سے الگ نظر آتا۔ ایک روز کسی نے دروازے پر صدا دی۔ احمد رضا کی عمر ان دنوں نو دس برس تھی۔ باہر گئے دیکھا ایک بزرگ فقیر کھڑے ہیں۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا۔ ”ادھر آؤ بیٹا“ یہ کہہ کر سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا۔ ”تم بہت بڑے عالم ہو“ چنانچہ سب تاریکیوں اور سوانح نگاروں امر پر حلق ہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ اور چھ سال ہی کے تھے کہ ماہ ربیع الاول میں منبر پر بیٹھ کر بہت بڑے مجمع میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

آپ نے صرف دو کو ابتدائی کتابیں حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ پھر تمام علوم و فنون اپنے والد ماجد امام محققین مولانا قلی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔ حیرہ برس کی عمر میں صرف نحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول، معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ، صحیفہ وغیرہ جمیع علوم دینیہ، عقلیہ و فکریہ کی تکمیل کر کے ۱۴ شعبان 1286ھ ہجری کو سید فراغت حاصل کی۔ اور ستار فضیلت زینب سرفرمائی۔

اسی روز سب سے پہلا جو فتویٰ پیش ہوا وہ یہ تھا کہ اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر طلق میں پہنچ گیا تو کیا حکم ہے؟ آپ نے بڑے محققانہ انداز میں اس کا جواب تحریر فرمایا۔ کہ منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے پیٹ میں پہنچے گا حرمی رضاعت لائے گا۔

اعلیٰ حضرت نے علوم دینیہ کے علاوہ دوسرے علوم فنون کی بھی تحصیل فرمائی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی راہنمائی کے بغیر آپ نے اپنی خدا داد ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد تقریباً 54 ہے۔ کئی فن اس میں ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محققین اور عالم نہیں جانتا تو دور کنار شاید ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔

علم تو قیت میں کمال کا یہ عالم کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملا لیا

کرتے وقت بالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔ ایک دفعہ آپ بدایوں تشریف لے گئے۔ مسجد خرماس میں مولانا عبدالقادر بدایونی نے آپ کو نماز فجر پڑھانے کو کہا۔ اعلیٰ حضرت نے قرائت اتنی طویل کی کہ مولانا عبدالقادر کو شک ہوا شاید سورج نکل آیا۔ نماز کے بعد لوگ باہر نکل کر مشرق کی طرف دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ ابھی سورج نکلنے میں تین منٹ 48 سیکنڈ باقی ہیں۔

علم تکمیل (توفیق) میں بھی غیر معمولی مشق و ادراک کے مالک تھے۔ توفیق پڑ کر نیچے پیشاں طریقوں سے واقف۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے مولف مولانا ظفر الدین بہاری اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور شاگرد بھی تھے۔ ان کے پاس ایک شاہ صاحب تشریف لائے۔ اور بڑے فخر سے کہنے لگے میں نقشب مرہط سولہ طریقوں سے پڑھ کر لیتا ہوں آپ کتنے طریقے جانتے ہیں؟ شاہ صاحب کو یہ ناقابل یقین بات سن کر اس قدر تعجب ہوا۔ کہ اعتبار نہ آیا۔ پوچھا یہ فن آپ نے کس سے حاصل کیا؟ مولانا نے جواب دیا اعلیٰ حضرت سے اور اعلیٰ حضرت 23 سو طریقوں سے نقشب مرہط کرنا جانتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا طبی سرمایہ یوں تو بے پناہ ہے۔ لیکن آپ کا فقیہی شاہکار ”فتاویٰ رضویہ“ ہے۔ تاریخ الفتاویٰ میں یہ مجموعہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مجموعے کے چند اوراق اعلیٰ حضرت نے مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل غلیل حافظ کتب الحرام کو ارسال فرمائے تھے۔ موصوف نے اپنے مکتوب میں ان اوراق فتاویٰ پر جو تبصرہ فرمایا اس کا آخری جملہ دیکھیے۔

”ترجمہ: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان فتوؤں کو اگر ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو خشک پہنچتی اور اس کے مولف کو اپنے علاوہ میں شامل فرماتے۔“ فاضل بریلوی نے سلوک و طریقت کی منزلتیں حضرت شاہ آل رسول ماہروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر طے فرمائیں۔ اور آپ کے وسیع حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ پھر مرشد نے آپ کو تمام سلاسل ہی اجازت و خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ شاہ صاحب اعلیٰ حضرت

سے بہت محبت فرماتے۔ اور انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ایک بار اپنے ارشاد فرمایا ”بموز حشر اگر باری تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آل رسول! دنیا سے میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو عرض کر دوں گا۔ کہ اے پروردگار! میں تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں۔“

اعلیٰ حضرت کو جن سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی ان کی تعداد تیرہ ہے جن میں مشہور و معروف سلسلے قادریہ، چشتیہ، نظامیہ، محبوبیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، مصلحیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت حرمین شریفین میں بھی بے حد اکرام و اعزاز سے لوازلے گئے۔ مدینہ منورہ میں آنکھوں دیکھا حال شیخ محمد عبدالحق ولد آبادی مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔ میں کئی سال سے مدینہ منورہ ہی مقیم ہوں۔ برصغیر کے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں۔ انہیں علماء مصلحاء التقیاسب ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا وہ شہر کے کلی کوچوں میں پھرتے ہیں۔ کوئی انہیں مڑ کر بھی نہیں دیکھتا۔ مگر قاضی بریلوی کی شان عجیب ہے۔ یہاں کے علماء اور بزرگ بھی ان کی طرف جوق درجوق چلے آ رہے ہیں۔ اور ان کے تعظیم میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ ضرور سرکار لہو قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افروانی فرمائیں گے۔ اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا۔ آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوائے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

نعت کے مطلع میں عجیب انداز سے اپنی محرومی اور نارسائی کا اشارہ کیا۔ ہے کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں۔ یہ نعت مواجہہ شریف میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھ گئے۔ کہ قسمت جاگی اور چشم سر سے۔ اے میں زیارت حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

مولانا محمد علی جوہر نے علامہ اقبال کیلئے کہا تھا۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کھلے پھیر دیئے۔ لیکن امام احمد رضا خان کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیئے۔

اعلیٰ حضرت کے اخلاق و عادات نہایت عمدہ اور اچھے تھے۔ پوری زندگی خپ نبوی اور اجازت شریعت میں گزری۔ اپنی ذات کیلئے کسی سے نہ انتقام لیتے نہ کچھ شکایت کرتے۔ مگر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ کا معاملہ ہوتا تو ہرگز رو رعایت نہ کرتے۔ پانچوں وقت کی نماز نہایت اہتمام سے ادا کرتے۔ طبیعت شدید ناساز ہوتی تب بھی مسجد میں تشریف لاتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے۔ فرض روزوں کے علاوہ اکثر نفل روزے رکھتے۔ ایک بار رمضان میں بیمار پڑے اور حالت نازک ہو گئی۔ طبیعوں نے ہر چند اصرار کیا کہ روزہ توڑ دیجئے۔ مگر نہ مانے اور روزہ کی برکت سے ہی صحت حاصل ہو گئی۔ رات کو سوئے وقت نام اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں لیٹے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ کسی چیز کے لینے اور دینے کیلئے دایاں ہاتھ بڑھاتے۔ کبھی قبضہ نہ لگاتے جسم فرماتے، قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے۔ آہستہ آہستہ چلتے۔ اکثر نکاحیں منجی رکھتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند کرتے۔

امام احمد رضا کی شخصیت کا ہر پہلو ایک تحقیقی مقالے کا مقتضی ہے۔ شخص واحد کے بس کی بات نہیں کہ وہ ایک کتاب میں یا مضمون میں تمام پہلو سمیٹ لے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کم از کم چودھویں صدی، ہجری میں عالم اسلام میں نظر نہیں آتی۔ اس وقت علوم جدیدہ میں امام احمد رضا کی نگارشات پر کاکرنے کی ضرورت ہے لیکن اکثر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ جدید فضلاء کے لئے یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مگر یہ مسئلہ علماء کے تعاون سے حل ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو سلف صالحین کی سیرتوں کو اچا کر کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آنے والی سلیس تاریک راہوں میں چراغ روشن کر سکیں۔ اعلیٰ حضرت نے 25° 10' 13 - ۱۳۶۷ - ۱۳۶۸ - ۱۳۶۹ - ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱ - ۱۳۷۲ - ۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ - ۱۳۷۵ - ۱۳۷۶ - ۱۳۷۷ - ۱۳۷۸ - ۱۳۷۹ - ۱۳۸۰ - ۱۳۸۱ - ۱۳۸۲ - ۱۳۸۳ - ۱۳۸۴ - ۱۳۸۵ - ۱۳۸۶ - ۱۳۸۷ - ۱۳۸۸ - ۱۳۸۹ - ۱۳۹۰ - ۱۳۹۱ - ۱۳۹۲ - ۱۳۹۳ - ۱۳۹۴ - ۱۳۹۵ - ۱۳۹۶ - ۱۳۹۷ - ۱۳۹۸ - ۱۳۹۹ - ۱۴۰۰ - ۱۴۰۱ - ۱۴۰۲ - ۱۴۰۳ - ۱۴۰۴ - ۱۴۰۵ - ۱۴۰۶ - ۱۴۰۷ - ۱۴۰۸ - ۱۴۰۹ - ۱۴۱۰ - ۱۴۱۱ - ۱۴۱۲ - ۱۴۱۳ - ۱۴۱۴ - ۱۴۱۵ - ۱۴۱۶ - ۱۴۱۷ - ۱۴۱۸ - ۱۴۱۹ - ۱۴۲۰ - ۱۴۲۱ - ۱۴۲۲ - ۱۴۲۳ - ۱۴۲۴ - ۱۴۲۵ - ۱۴۲۶ - ۱۴۲۷ - ۱۴۲۸ - ۱۴۲۹ - ۱۴۳۰ - ۱۴۳۱ - ۱۴۳۲ - ۱۴۳۳ - ۱۴۳۴ - ۱۴۳۵ - ۱۴۳۶ - ۱۴۳۷ - ۱۴۳۸ - ۱۴۳۹ - ۱۴۴۰ - ۱۴۴۱ - ۱۴۴۲ - ۱۴۴۳ - ۱۴۴۴ - ۱۴۴۵ - ۱۴۴۶ - ۱۴۴۷ - ۱۴۴۸ - ۱۴۴۹ - ۱۴۵۰ - ۱۴۵۱ - ۱۴۵۲ - ۱۴۵۳ - ۱۴۵۴ - ۱۴۵۵ - ۱۴۵۶ - ۱۴۵۷ - ۱۴۵۸ - ۱۴۵۹ - ۱۴۶۰ - ۱۴۶۱ - ۱۴۶۲ - ۱۴۶۳ - ۱۴۶۴ - ۱۴۶۵ - ۱۴۶۶ - ۱۴۶۷ - ۱۴۶۸ - ۱۴۶۹ - ۱۴۷۰ - ۱۴۷۱ - ۱۴۷۲ - ۱۴۷۳ - ۱۴۷۴ - ۱۴۷۵ - ۱۴۷۶ - ۱۴۷۷ - ۱۴۷۸ - ۱۴۷۹ - ۱۴۸۰ - ۱۴۸۱ - ۱۴۸۲ - ۱۴۸۳ - ۱۴۸۴ - ۱۴۸۵ - ۱۴۸۶ - ۱۴۸۷ - ۱۴۸۸ - ۱۴۸۹ - ۱۴۹۰ - ۱۴۹۱ - ۱۴۹۲ - ۱۴۹۳ - ۱۴۹۴ - ۱۴۹۵ - ۱۴۹۶ - ۱۴۹۷ - ۱۴۹۸ - ۱۴۹۹ - ۱۵۰۰ - ۱۵۰۱ - ۱۵۰۲ - ۱۵۰۳ - ۱۵۰۴ - ۱۵۰۵ - ۱۵۰۶ - ۱۵۰۷ - ۱۵۰۸ - ۱۵۰۹ - ۱۵۱۰ - ۱۵۱۱ - ۱۵۱۲ - ۱۵۱۳ - ۱۵۱۴ - ۱۵۱۵ - ۱۵۱۶ - ۱۵۱۷ - ۱۵۱۸ - ۱۵۱۹ - ۱۵۲۰ - ۱۵۲۱ - ۱۵۲۲ - ۱۵۲۳ - ۱۵۲۴ - ۱۵۲۵ - ۱۵۲۶ - ۱۵۲۷ - ۱۵۲۸ - ۱۵۲۹ - ۱۵۳۰ - ۱۵۳۱ - ۱۵۳۲ - ۱۵۳۳ - ۱۵۳۴ - ۱۵۳۵ - ۱۵۳۶ - ۱۵۳۷ - ۱۵۳۸ - ۱۵۳۹ - ۱۵۴۰ - ۱۵۴۱ - ۱۵۴۲ - ۱۵۴۳ - ۱۵۴۴ - ۱۵۴۵ - ۱۵۴۶ - ۱۵۴۷ - ۱۵۴۸ - ۱۵۴۹ - ۱۵۵۰ - ۱۵۵۱ - ۱۵۵۲ - ۱۵۵۳ - ۱۵۵۴ - ۱۵۵۵ - ۱۵۵۶ - ۱۵۵۷ - ۱۵۵۸ - ۱۵۵۹ - ۱۵۶۰ - ۱۵۶۱ - ۱۵۶۲ - ۱۵۶۳ - ۱۵۶۴ - ۱۵۶۵ - ۱۵۶۶ - ۱۵۶۷ - ۱۵۶۸ - ۱۵۶۹ - ۱۵۷۰ - ۱۵۷۱ - ۱۵۷۲ - ۱۵۷۳ - ۱۵۷۴ - ۱۵۷۵ - ۱۵۷۶ - ۱۵۷۷ - ۱۵۷۸ - ۱۵۷۹ - ۱۵۸۰ - ۱۵۸۱ - ۱۵۸۲ - ۱۵۸۳ - ۱۵۸۴ - ۱۵۸۵ - ۱۵۸۶ - ۱۵۸۷ - ۱۵۸۸ - ۱۵۸۹ - ۱۵۹۰ - ۱۵۹۱ - ۱۵۹۲ - ۱۵۹۳ - ۱۵۹۴ - ۱۵۹۵ - ۱۵۹۶ - ۱۵۹۷ - ۱۵۹۸ - ۱۵۹۹ - ۱۶۰۰ - ۱۶۰۱ - ۱۶۰۲ - ۱۶۰۳ - ۱۶۰۴ - ۱۶۰۵ - ۱۶۰۶ - ۱۶۰۷ - ۱۶۰۸ - ۱۶۰۹ - ۱۶۱۰ - ۱۶۱۱ - ۱۶۱۲ - ۱۶۱۳ - ۱۶۱۴ - ۱۶۱۵ - ۱۶۱۶ - ۱۶۱۷ - ۱۶۱۸ - ۱۶۱۹ - ۱۶۲۰ - ۱۶۲۱ - ۱۶۲۲ - ۱۶۲۳ - ۱۶۲۴ - ۱۶۲۵ - ۱۶۲۶ - ۱۶۲۷ - ۱۶۲۸ - ۱۶۲۹ - ۱۶۳۰ - ۱۶۳۱ - ۱۶۳۲ - ۱۶۳۳ - ۱۶۳۴ - ۱۶۳۵ - ۱۶۳۶ - ۱۶۳۷ - ۱۶۳۸ - ۱۶۳۹ - ۱۶۴۰ - ۱۶۴۱ - ۱۶۴۲ - ۱۶۴۳ - ۱۶۴۴ - ۱۶۴۵ - ۱۶۴۶ - ۱۶۴۷ - ۱۶۴۸ - ۱۶۴۹ - ۱۶۵۰ - ۱۶۵۱ - ۱۶۵۲ - ۱۶۵۳ - ۱۶۵۴ - ۱۶۵۵ - ۱۶۵۶ - ۱۶۵۷ - ۱۶۵۸ - ۱۶۵۹ - ۱۶۶۰ - ۱۶۶۱ - ۱۶۶۲ - ۱۶۶۳ - ۱۶۶۴ - ۱۶۶۵ - ۱۶۶۶ - ۱۶۶۷ - ۱۶۶۸ - ۱۶۶۹ - ۱۶۷۰ - ۱۶۷۱ - ۱۶۷۲ - ۱۶۷۳ - ۱۶۷۴ - ۱۶۷۵ - ۱۶۷۶ - ۱۶۷۷ - ۱۶۷۸ - ۱۶۷۹ - ۱۶۸۰ - ۱۶۸۱ - ۱۶۸۲ - ۱۶۸۳ - ۱۶۸۴ - ۱۶۸۵ - ۱۶۸۶ - ۱۶۸۷ - ۱۶۸۸ - ۱۶۸۹ - ۱۶۹۰ - ۱۶۹۱ - ۱۶۹۲ - ۱۶۹۳ - ۱۶۹۴ - ۱۶۹۵ - ۱۶۹۶ - ۱۶۹۷ - ۱۶۹۸ - ۱۶۹۹ - ۱۷۰۰ - ۱۷۰۱ - ۱۷۰۲ - ۱۷۰۳ - ۱۷۰۴ - ۱۷۰۵ - ۱۷۰۶ - ۱۷۰۷ - ۱۷۰۸ - ۱۷۰۹ - ۱۷۱۰ - ۱۷۱۱ - ۱۷۱۲ - ۱۷۱۳ - ۱۷۱۴ - ۱۷۱۵ - ۱۷۱۶ - ۱۷۱۷ - ۱۷۱۸ - ۱۷۱۹ - ۱۷۲۰ - ۱۷۲۱ - ۱۷۲۲ - ۱۷۲۳ - ۱۷۲۴ - ۱۷۲۵ - ۱۷۲۶ - ۱۷۲۷ - ۱۷۲۸ - ۱۷۲۹ - ۱۷۳۰ - ۱۷۳۱ - ۱۷۳۲ - ۱۷۳۳ - ۱۷۳۴ - ۱۷۳۵ - ۱۷۳۶ - ۱۷۳۷ - ۱۷۳۸ - ۱۷۳۹ - ۱۷۴۰ - ۱۷۴۱ - ۱۷۴۲ - ۱۷۴۳ - ۱۷۴۴ - ۱۷۴۵ - ۱۷۴۶ - ۱۷۴۷ - ۱۷۴۸ - ۱۷۴۹ - ۱۷۵۰ - ۱۷۵۱ - ۱۷۵۲ - ۱۷۵۳ - ۱۷۵۴ - ۱۷۵۵ - ۱۷۵۶ - ۱۷۵۷ - ۱۷۵۸ - ۱۷۵۹ - ۱۷۶۰ - ۱۷۶۱ - ۱۷۶۲ - ۱۷۶۳ - ۱۷۶۴ - ۱۷۶۵ - ۱۷۶۶ - ۱۷۶۷ - ۱۷۶۸ - ۱۷۶۹ - ۱۷۷۰ - ۱۷۷۱ - ۱۷۷۲ - ۱۷۷۳ - ۱۷۷۴ - ۱۷۷۵ - ۱۷۷۶ - ۱۷۷۷ - ۱۷۷۸ - ۱۷۷۹ - ۱۷۸۰ - ۱۷۸۱ - ۱۷۸۲ - ۱۷۸۳ - ۱۷۸۴ - ۱۷۸۵ - ۱۷۸۶ - ۱۷۸۷ - ۱۷۸۸ - ۱۷۸۹ - ۱۷۹۰ - ۱۷۹۱ - ۱۷۹۲ - ۱۷۹۳ - ۱۷۹۴ - ۱۷۹۵ - ۱۷۹۶ - ۱۷۹۷ - ۱۷۹۸ - ۱۷۹۹ - ۱۸۰۰ - ۱۸۰۱ - ۱۸۰۲ - ۱۸۰۳ - ۱۸۰۴ - ۱۸۰۵ - ۱۸۰۶ - ۱۸۰۷ - ۱۸۰۸ - ۱۸۰۹ - ۱۸۱۰ - ۱۸۱۱ - ۱۸۱۲ - ۱۸۱۳ - ۱۸۱۴ - ۱۸۱۵ - ۱۸۱۶ - ۱۸۱۷ - ۱۸۱۸ - ۱۸۱۹ - ۱۸۲۰ - ۱۸۲۱ - ۱۸۲۲ - ۱۸۲۳ - ۱۸۲۴ - ۱۸۲۵ - ۱۸۲۶ - ۱۸۲۷ - ۱۸۲۸ - ۱۸۲۹ - ۱۸۳۰ - ۱۸۳۱ - ۱۸۳۲ - ۱۸۳۳ - ۱۸۳۴ - ۱۸۳۵ - ۱۸۳۶ - ۱۸۳۷ - ۱۸۳۸ - ۱۸۳۹ - ۱۸۴۰ - ۱۸۴۱ - ۱۸۴۲ - ۱۸۴۳ - ۱۸۴۴ - ۱۸۴۵ - ۱۸۴۶ - ۱۸۴۷ - ۱۸۴۸ - ۱۸۴۹ - ۱۸۵۰ - ۱۸۵۱ - ۱۸۵۲ - ۱۸۵۳ - ۱۸۵۴ - ۱۸۵۵ - ۱۸۵۶ - ۱۸۵۷ - ۱۸۵۸ - ۱۸۵۹ - ۱۸۶۰ - ۱۸۶۱ - ۱۸۶۲ - ۱۸۶۳ - ۱۸۶۴ - ۱۸۶۵ - ۱۸۶۶ - ۱۸۶۷ - ۱۸۶۸ - ۱۸۶۹ - ۱۸۷۰ - ۱۸۷۱ - ۱۸۷۲ - ۱۸۷۳ - ۱۸۷۴ - ۱۸۷۵ - ۱۸۷۶ - ۱۸۷۷ - ۱۸۷۸ - ۱۸۷۹ - ۱۸۸۰ - ۱۸۸۱ - ۱۸۸۲ - ۱۸۸۳ - ۱۸۸۴ - ۱۸۸۵ - ۱۸۸۶ - ۱۸۸۷ - ۱۸۸۸ - ۱۸۸۹ - ۱۸۹۰ - ۱۸۹۱ - ۱۸۹۲ - ۱۸۹۳ - ۱۸۹۴ - ۱۸۹۵ - ۱۸۹۶ - ۱۸۹۷ - ۱۸۹۸ - ۱۸۹۹ - ۱۹۰۰ - ۱۹۰۱ - ۱۹۰۲ - ۱۹۰۳ - ۱۹۰۴ - ۱۹۰۵ - ۱۹۰۶ - ۱۹۰۷ - ۱۹۰۸ - ۱۹۰۹ - ۱۹۱۰ - ۱۹۱۱ - ۱۹۱۲ - ۱۹۱۳ - ۱۹۱۴ - ۱۹۱۵ - ۱۹۱۶ - ۱۹۱۷ - ۱۹۱۸ - ۱۹۱۹ - ۱۹۲۰ - ۱۹۲۱ - ۱۹۲۲ - ۱۹۲۳ - ۱۹۲۴ - ۱۹۲۵ - ۱۹۲۶ - ۱۹۲۷ - ۱۹۲۸ - ۱۹۲۹ - ۱۹۳۰ - ۱۹۳۱ - ۱۹۳۲ - ۱۹۳۳ - ۱۹۳۴ - ۱۹۳۵ - ۱۹۳۶ - ۱۹۳۷ - ۱۹۳۸ - ۱۹۳۹ - ۱۹۴۰ - ۱۹۴۱ - ۱۹۴۲ - ۱۹۴۳ - ۱۹۴۴ - ۱۹۴۵ - ۱۹۴۶ - ۱۹۴۷ - ۱۹۴۸ - ۱۹۴۹ - ۱۹۵۰ - ۱۹۵۱ - ۱۹۵۲ - ۱۹۵۳ - ۱۹۵۴ - ۱۹۵۵ - ۱۹۵۶ - ۱۹۵۷ - ۱۹۵۸ - ۱۹۵۹ - ۱۹۶۰ - ۱۹۶۱ - ۱۹۶۲ - ۱۹۶۳ - ۱۹۶۴ - ۱۹۶۵ - ۱۹۶۶ - ۱۹۶۷ - ۱۹۶۸ - ۱۹۶۹ - ۱۹۷۰ - ۱۹۷۱ - ۱۹۷۲ - ۱۹۷۳ - ۱۹۷۴ - ۱۹۷۵ - ۱۹۷۶ - ۱۹۷۷ - ۱۹۷۸ - ۱۹۷۹ - ۱۹۸۰ - ۱۹۸۱ - ۱۹۸۲ - ۱۹۸۳ - ۱۹۸۴ - ۱۹۸۵ - ۱۹۸۶ - ۱۹۸۷ - ۱۹۸۸ - ۱۹۸۹ - ۱۹۹۰ - ۱۹۹۱ - ۱۹۹۲ - ۱۹۹۳ - ۱۹۹۴ - ۱۹۹۵ - ۱۹۹۶ - ۱۹۹۷ - ۱۹۹۸ - ۱۹۹۹ - ۲۰۰۰ - ۲۰۰۱ - ۲۰۰۲ - ۲۰۰۳ - ۲۰۰۴ - ۲۰۰۵ - ۲۰۰۶ - ۲۰۰۷ - ۲۰۰۸ - ۲۰۰۹ - ۲۰۱۰ - ۲۰۱۱ - ۲۰۱۲ - ۲۰۱۳ - ۲۰۱۴ - ۲۰۱۵ - ۲۰۱۶ - ۲۰۱۷ - ۲۰۱۸ - ۲۰۱۹ - ۲۰۲۰ - ۲۰۲۱ - ۲۰۲۲ - ۲۰۲۳ - ۲۰۲۴ - ۲۰۲۵ - ۲۰۲۶ - ۲۰۲۷ - ۲۰۲۸ - ۲۰۲۹ - ۲۰۳۰ - ۲۰۳۱ - ۲۰۳۲ - ۲۰۳۳ - ۲۰۳۴ - ۲۰۳۵ - ۲۰۳۶ - ۲۰۳۷ - ۲۰۳۸ - ۲۰۳۹ - ۲۰۴۰ - ۲۰۴۱ - ۲۰۴۲ - ۲۰۴۳ - ۲۰۴۴ - ۲۰۴۵ - ۲۰۴۶ - ۲۰۴۷ - ۲۰۴۸ - ۲۰۴۹ - ۲۰۵۰ - ۲۰۵۱ - ۲۰۵۲ - ۲۰۵۳ - ۲۰۵۴ - ۲۰۵۵ - ۲۰۵۶ - ۲۰۵۷ - ۲۰۵۸ - ۲۰۵۹ - ۲۰۶۰ - ۲۰۶۱ - ۲۰۶۲ - ۲۰۶۳ - ۲۰۶۴ - ۲۰۶۵ - ۲۰۶۶ - ۲۰۶۷ - ۲۰۶۸ - ۲۰۶۹ - ۲۰۷۰ - ۲۰۷۱ - ۲۰۷۲ - ۲۰۷۳ - ۲۰۷۴ - ۲۰۷۵ - ۲۰۷۶ - ۲۰۷۷ - ۲۰۷۸ - ۲۰۷۹ - ۲۰۸۰ - ۲۰۸۱ - ۲۰۸۲ - ۲۰۸۳ - ۲۰۸۴ - ۲۰۸۵ - ۲۰۸۶ - ۲۰۸۷ - ۲۰۸۸ - ۲۰۸۹ - ۲۰۹۰ - ۲۰۹۱ - ۲۰۹۲ - ۲۰۹۳ - ۲۰۹۴ - ۲۰۹۵ - ۲۰۹۶ - ۲۰۹۷ - ۲۰۹۸ - ۲۰۹۹ - ۲۱۰۰ - ۲۱۰۱ - ۲۱۰۲ - ۲۱۰۳ - ۲۱۰۴ - ۲۱۰۵ - ۲۱۰۶ - ۲۱۰۷ - ۲۱۰۸ - ۲۱۰۹ - ۲۱۱۰ - ۲۱۱۱ - ۲۱۱۲ - ۲۱۱۳ - ۲۱۱۴ - ۲۱۱۵ - ۲۱۱۶ - ۲۱۱۷ - ۲۱۱۸ - ۲۱۱۹ - ۲۱۲۰ - ۲۱۲۱ - ۲۱۲۲ - ۲۱۲۳ - ۲۱۲۴ - ۲۱۲۵ - ۲۱۲۶ - ۲۱۲۷ - ۲۱۲۸ - ۲۱۲۹ - ۲۱۳۰ - ۲۱۳۱ - ۲۱۳۲ - ۲۱۳۳ - ۲۱۳۴ - ۲۱۳۵ - ۲۱۳۶ - ۲۱۳۷ - ۲۱۳۸ - ۲۱۳۹ - ۲۱۴۰ - ۲۱۴۱ - ۲۱۴۲ - ۲۱۴۳ - ۲۱۴۴ - ۲۱۴۵ - ۲۱۴۶ - ۲۱۴۷ - ۲۱۴۸ - ۲۱۴۹ - ۲۱۵۰ - ۲۱۵۱ - ۲۱۵۲ - ۲۱۵۳ - ۲۱۵۴ - ۲۱۵۵ - ۲۱۵۶ - ۲۱۵۷ - ۲۱۵۸ - ۲۱۵۹ - ۲۱۶۰ - ۲۱۶۱ - ۲۱۶۲ - ۲۱۶۳ - ۲۱۶۴ - ۲۱۶۵ - ۲۱۶۶ - ۲۱۶۷ - ۲۱۶۸ - ۲۱۶۹ - ۲۱۷۰ - ۲۱۷۱ - ۲۱۷۲ - ۲۱۷۳ - ۲۱۷۴ - ۲۱۷۵ - ۲۱۷۶ - ۲۱۷۷ - ۲۱۷۸ - ۲۱۷۹ - ۲۱۸۰ - ۲۱۸۱ - ۲۱۸۲ - ۲۱۸۳ - ۲۱۸۴ - ۲۱۸۵ - ۲۱۸۶ - ۲۱۸۷ - ۲۱۸۸ - ۲۱۸۹ - ۲۱۹۰ - ۲۱۹۱ - ۲۱۹۲ - ۲۱۹۳ - ۲۱۹۴ - ۲۱۹۵ - ۲۱۹۶ - ۲۱۹۷ - ۲۱۹۸ - ۲۱۹۹ - ۲۲۰۰ - ۲۲۰۱ - ۲۲۰۲ - ۲۲۰۳ - ۲۲۰۴ - ۲۲۰۵ - ۲۲۰۶ - ۲۲۰۷ - ۲۲۰۸ - ۲۲۰۹ - ۲۲۱۰ - ۲۲۱۱ - ۲۲۱۲ - ۲۲۱۳ - ۲۲۱۴ - ۲۲۱۵ - ۲۲۱۶ - ۲۲۱۷ - ۲۲۱۸ - ۲۲۱۹ - ۲۲۲۰ - ۲۲۲۱ - ۲۲۲۲ - ۲۲۲۳ - ۲۲۲۴ - ۲۲۲۵ - ۲۲۲۶ - ۲۲۲۷ - ۲۲۲۸ - ۲۲۲۹ - ۲۲۳۰ - ۲۲۳۱ - ۲۲۳۲ - ۲۲۳۳ - ۲۲۳۴ - ۲۲۳۵ - ۲۲۳۶ - ۲۲۳۷ - ۲۲۳۸ - ۲۲۳۹ - ۲۲۴۰ - ۲۲۴۱ - ۲۲۴۲ - ۲۲۴۳ - ۲۲۴۴ - ۲۲۴۵ - ۲۲۴۶ - ۲۲۴۷ - ۲۲۴۸ - ۲۲۴۹ - ۲۲۵۰ - ۲۲۵۱ - ۲۲۵۲ - ۲۲۵۳ - ۲۲۵۴ - ۲۲۵۵ - ۲۲۵۶ - ۲۲۵۷ - ۲۲۵۸ - ۲۲۵۹ - ۲۲۶۰ - ۲۲۶۱ - ۲۲۶۲ - ۲۲۶۳ - ۲۲۶۴ - ۲۲۶۵ - ۲۲۶۶ - ۲۲۶۷ - ۲۲۶۸ - ۲۲۶۹ - ۲۲۷۰ - ۲۲۷۱ - ۲۲۷۲ - ۲۲۷۳ - ۲۲۷۴ - ۲۲۷۵ - ۲۲۷۶ - ۲۲۷۷ - ۲۲۷۸ - ۲۲۷۹ - ۲۲۸۰ - ۲۲۸۱ - ۲۲۸۲ - ۲۲۸۳ - ۲۲۸۴ - ۲۲۸۵ - ۲۲۸۶ - ۲۲۸۷ - ۲۲۸۸ - ۲۲۸۹ - ۲۲۹۰ - ۲۲۹۱ - ۲۲۹۲ - ۲۲۹۳ - ۲۲۹۴ - ۲۲۹۵ - ۲۲۹۶ - ۲۲۹۷ - ۲۲۹۸ - ۲۲۹۹ - ۲۳۰۰ - ۲۳۰۱ - ۲۳۰۲ - ۲۳۰۳ - ۲۳۰۴ - ۲۳۰۵ - ۲۳۰۶ - ۲۳۰۷ - ۲۳۰۸ - ۲۳۰۹ - ۲۳۱۰ - ۲۳۱۱ - ۲۳۱۲ - ۲۳۱۳ - ۲۳۱۴ - ۲۳۱۵ - ۲۳۱۶ - ۲۳۱۷ - ۲۳۱۸ - ۲۳۱۹ - ۲۳۲۰ - ۲۳۲۱ - ۲۳۲۲ - ۲۳۲۳ - ۲۳۲۴ - ۲۳۲۵ - ۲۳۲۶ - ۲۳۲۷ - ۲۳۲۸ - ۲۳۲۹ - ۲۳۳۰ - ۲۳۳۱ - ۲۳۳۲ - ۲۳۳۳ - ۲۳۳۴ - ۲۳۳۵ - ۲۳۳۶ - ۲۳۳۷ - ۲۳۳۸ - ۲۳۳۹ - ۲۳۴۰ - ۲۳۴۱ - ۲۳۴۲ - ۲۳۴۳ - ۲۳۴۴ - ۲۳۴۵ - ۲۳۴۶ - ۲۳۴۷ - ۲۳۴۸ - ۲۳۴۹ - ۲۳۵۰ - ۲۳۵۱ - ۲۳۵۲ - ۲۳۵۳ - ۲۳۵۴ - ۲۳۵۵ - ۲۳۵۶ - ۲۳۵۷ - ۲۳۵۸ - ۲۳۵۹ - ۲۳۶۰ - ۲۳۶۱ - ۲۳۶۲ - ۲۳۶۳ - ۲۳۶۴ - ۲۳۶۵ - ۲۳۶۶ - ۲۳۶۷ - ۲۳۶۸ - ۲۳۶۹ - ۲۳۷۰ - ۲۳۷۱ - ۲۳۷۲ - ۲۳۷۳ - ۲۳۷۴ - ۲۳۷۵ - ۲۳۷۶ - ۲۳۷۷ - ۲۳۷۸ - ۲۳۷۹ - ۲۳۸۰ - ۲۳۸۱ - ۲۳۸۲ - ۲۳۸۳ - ۲۳۸۴ - ۲۳۸۵ - ۲۳۸۶ - ۲۳۸۷ - ۲۳۸۸ - ۲۳۸۹ - ۲۳۹۰ - ۲۳۹۱ - ۲۳۹۲ - ۲۳۹۳ - ۲۳۹۴ - ۲۳۹۵ - ۲۳۹۶ - ۲۳۹۷ - ۲۳۹۸ - ۲۳۹۹ - ۲۴۰۰ - ۲۴۰۱ - ۲۴۰۲ - ۲۴۰۳ - ۲۴۰۴ - ۲۴۰۵ - ۲۴۰۶ - ۲۴۰۷ - ۲۴۰۸ - ۲۴۰۹ - ۲۴۱۰ - ۲۴۱۱ - ۲۴۱۲ - ۲۴۱۳ - ۲۴۱۴ - ۲۴۱۵ - ۲۴۱۶ - ۲۴۱۷ - ۲۴۱۸ - ۲۴۱۹ - ۲۴۲۰ - ۲۴۲۱ - ۲۴۲۲ - ۲۴۲۳ - ۲۴۲۴ - ۲۴۲۵ - ۲

مذہب قوالی اقوال اولیاء کے آئینے میں

از: مولانا الحاج محمد غوث خاں حامدی
(پرتاہری بریلی)

۱۔ اس وقت کی رائج قوالی سے خواجہ صاحب اور ان کے ہموایز رنگ برتر کوئی راضی نہیں بلکہ ایسی قوالی کرنے والوں پر اور کرانے والوں پر لعنت کرتے ہیں۔ کیونکہ قوالی قول سے بنتا ہے۔ قول چاہے نظم میں ہو یا نثر میں اس کا سننا جائز ہے۔ لیکن بغیر حرامیر کے اس لئے کہ حرامیر حرام ہے۔ کہ وہ شیطان کا ایما دیکھا ہوا ہے۔ اس کی دلیل میں راقم الحروف ان کا فرمان نقل کر رہا ہے۔ جن کے یہاں خواجہ نے ہندوستان میں آنے پر چالیس دن کا ایک چلہ کیا اور پھر اجیر شریف کو جاتے وقت آپ نے بہت ادب و احترام سے اجازت حاصل کر کے یہ پڑھا۔

سج بخش نہیں عالم عظیم نور شفا

ناقصاں عیو کمال کا ملاں مارا مہما

یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تصوف پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام کشف الکجب ہے۔ اس میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ قوالی کی ابتداء جس کا آج کل سماع نام رکھ لیا ہے۔ قوالی بہ معنی قول۔ سماع بہ معنی سنتا۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو جب حق تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تو آپ کے گلے کو ساز بنا دیا۔ جس سے پہاڑوں کو آپ کی خوش الحانی کا ذریعہ بنا دیا۔ حتیٰ کے وحشی جانور اور پرندے پہاڑوں اور جنگلوں سے سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے اور آواز کو سن کر بہتے دریا رک جاتے تھے۔ اور اڑتے ہوئے پرندے گر پڑتے۔ آپ کی خوش الحانی سن کر جانور ایک ماہ تک کچھ نہیں کھاتے بچے دودھ نہ مانگتے اور نہ روتے اس سے فوت ہو جاتے اس سے سات سو جوان لوغیاں اور بارہ ہزار بڑے مر گئے۔ تو اس کو اطمینان نے بہکانے کا ذریعہ بنایا اس نے بانسری اور متبور بنائے اور اسے علیحدہ اپنی محفل سماع قائم کی تو سننے والے دو جماعتوں میں بٹ گئے اہل سعادت نبی کے ساتھ اور اہل شقاوت شیطان کے ساتھ (بحوالہ کتاب کشف الکجب ص ۵۶۶ اور

ص ۵۶۷ معتقد خانج بخش علی بھوپری رضی اللہ عنہ لا بھوپری) اور اسی کتاب میں شریعت اور حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حقیقت کا انسانی زندگی میں عملی ظہور شریعت ہے۔ اور اعمال شریعت کے اعمدہ باطنی روح اور اخلاص نیت ہی کا نام حقیقت ہے۔ نہ شریعت حقیقت سے الگ کوئی شے ہے۔ اور نہ حقیقت کا شریعت سے الگ کوئی وجود ہو سکتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صوفیاء سے شریعت کی پابندی اٹھ جاتی ہے۔ شریعت اور حقیقت دو چیزیں ہیں۔ ایسی باتیں کہنے والے لوگ بدین اور طہروں کے گروہ سے ہیں۔ کشف الکجب اور دوسرے بزرگ جو اپنے وقت کے امام گزروے ہیں جن کا اسم شریف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ پانچ باتوں سے مباح سماع بھی حرام ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں کہ۔

۱۔ کسی محبت سے سنتا یا پسند کے سے جو گل ثبوت ہو۔

۲۔ درباب چنگ سماع اور دوسرے غیرہ سے سنتا۔

۳۔ محض سماع خوشی میں یا اہل دین پر طعن ہو۔

۴۔ شیعہ و جہان مصلحت پر ثبوت غالب ہو۔

۵۔ عام لوگ سماع بازی کے سماع کی عادت پیدا کر لیتے ہیں۔

تیسرے چشتی بزرگ کا بھی سماع کے بارے میں فرمان دیکھئے کہ سماع میں چنگ و درباب یعنی ساز بجز نہ ہو جملہ مشائخ چشت کے یہاں ان شرائط کی پابندی لازمی تھی مگر سماع کی جو محفلیں اب منعقد ہوتی ہیں اور جنہیں قوالی کی محفل کہا جاتا ہے۔ ان میں ان شرائط کی پابندی نہیں ہوتی بزرگان چشت کی محافل سماع ہرگز اس قسم کی نہیں ہوتی تھیں۔ ان میں اور ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ مباح تھیں اور یہ قطعاً حرام۔ (کتاب حضرت محمد باقر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷ معتقد اخلاق دہلوی)

چوتھے چشتی بزرگ کا بھی اسی سماع کے بارے میں فرمان ملاحظہ فرمائیں کہ سماع میں حرامیر حرام ہیں۔ آج کل تو سماع کی لوگوں نے شکل ہی بدل دی ہے۔ اور ایسی قوالی بھی سماع

کہلانے لگی ہے۔ کہ حضرت کے بتائے ہوئے اصول کے لحاظ سے کسی طرح جائز نہیں ہے۔ حضور اصل سماع اور اصل قوالی کو جائز سمجھتے تھے۔ (کتاب تذکرہ غلامی ص ۱۵۱ نوشتہ خواجہ حسن غلامی دہلوی)

پانچویں بزرگ کا بھی فرمان سامعت فرمائیں۔ جو سماع کے بارے میں فرمایا وہ یہ ہے کہ شرائط سماع جو محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اشعار قش اور بزل نہ ہوں۔ سننے والے خدا سے لو لگا کر سنیں۔ ان کے دل خدا کی یاد سے بھر پور ہوں اور سماع میں حزامیر چنگ و رہ باب یعنی ساز باجہ نہ ہو۔ (کتاب فوائد الخواص ص ۳۶)

چھٹے چشتی بزرگ کا بھی فرمان ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں آجکل جو رواج ہے اس کو سماع کہنا ہی بالکل غلط ہے۔ یہ محبوب الہی کے ارشاد سے حرام ہے۔ ایسی قوالی کبھی کسی بزرگ نے نہیں سنی۔ (کتاب تذکرہ المشائخ سماع خواجہ شریف رضی اللہ عنہ ص ۱۵ مصنفہ اخلاق حسین دہلوی)

ساتویں چشتی بزرگ حضرت محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سماع کے بارے میں فرمان ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ایک دن سلطان المشائخ کے مریدوں نے مجلس سماع منعقد کی اس میں دف کے ساتھ گانا سن رہے تھے۔ اس مجلس میں خواجہ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے یا روں نے بیٹھنے کی ترغیب دی۔ آپ نے فرمایا یہ خلاف سنت ہے۔ احباب نے کہا کہ آپ سماع سے منکر ہو گئے۔ اور حیر کے طریقے سے بھر گئے۔ آپ نے فرمایا۔ قول مشائخ حجت نہیں۔ دلیل کتاب و حدیث سے ہونا چاہیے۔ بعض لوگوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی کہ شیخ محمود ایسا کہتے ہیں تو حضرت نے فرمایا وہ سچ کہتے ہیں اور حق وہی ہے۔ جو وہ کہتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں حزامیر نہ ہوتا تھا اور نہ تالیاں بجاتے تھے۔ (کتاب اقوال سماع) اسی میں کتاب خیر الجالس سے نقل ہے۔ کہ ایک عزیز خواجہ نصیر الدین چراغ کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگا کہ یہ کہاں جائز ہے۔ کہ مجلس میں حزامیر و دف اور رہاب ہوں اور صوفی رقص کریں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ حزامیر بالا جماع مباح نہیں اگر کوئی شریعت کا بھی نہ ہو گا پھر کہاں کا رہے گا۔ اول تو سماع ہی میں اختلاف ہے۔ علماء کے نزدیک شرائط کے

ساتھ اہل سماع کو مباح ہے اور حزامیر سے بالاتفاق حرام ہے۔ (کتاب لغات سماع ص ۲۷ مولفہ حکیم اور لیس خان قادری چشتی غلامی اشرفی بریلوی)

آٹھویں چشتی بزرگ کا سماع کے بارے میں حکم ملاحظہ فرمائیے۔ ان بزرگ کا اسم شریف حضرت شیخ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان ہے۔ آپ محل سماع قائم فرماتے تو مکان کے دروازے بند کر دیتے تھے۔ پھر کسی نا آشنا شخص کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اس سلسلے میں آپ کے یہاں سخت قانون تھا۔ جس کی پابندی لازمی طور پر کی جاتی تھی۔ رفته رفته صوفیاء نے ان قواعد کو چھوڑنا شروع کر دیا۔ جب شاہ صاحب نے یہ حال دیکھا تو سماع کی بجائے مراقبہ میں وقت صرف کیا جائے آپ صوفیاء کی حالت کو دیکھ رہے تھے۔ اسی لئے ڈرتے تھے کہ کہیں سماع کی شکل ہی منسوخ ہو کر نہ جائے اور فرماتے جو شریعت پر نہیں چلا وہ گمراہ ہے۔ اللہ کے ولی آئندہ کی بات دیکھتے ہیں اسی بات کا تو نام کرامت ہے۔ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی سے کسی نے کہا کہ سماع آپ کے واسطے جائز جس طرح چاہیں نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شے حرام ہے۔ وہ کسی کے حلال کئے سے حلال نہیں ہو سکتی اور نہ حلال شے کسی کے حکم دینے سے حرام ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کی تو اللہ رب العزت نے ان کو ولایت عطا فرمادی۔ دیکھئے ولی حق شیخ کلیم اللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان آج واضح ہے۔ کہ آج کل سماع کی شکل ہی قطعاً منسوخ کر دی ہے۔ اور پھر یہ نام کے صوفیوں کی بے راہ روی کہ گردہ در گردہ یہ رقص کرتے ہیں اور بعض جگہ تو انہی کے بیچ میں عورت بھی رقص کرتی ہے اور خانقاہوں میں طوائفیں بھرا کرتی ہیں اور مرد بھی ناچتے ہیں۔ پتہ نہیں کہ یہ نام کے صوفی کون سے ولیوں سے نسبت رکھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شیطان کے بنائے ہوئے ولیوں سے نسبت رکھتے ہیں اور اگر اللہ کے ولیوں سے نسبت رکھتے تو ان کے فرمان عالی شان کی اس قدر مکمل کرمخالفت نہ کرتے۔ ایسے نام کے صوفیوں سے کہا جائے تم ناچتے کیوں ہو۔ تو کہتے ہیں کہ اس وقت ہم حال میں ہوتے ہیں۔

اے جموں نے صوفیوں کو جو بزرگانِ چشت نے حال و دہد کے بارے میں فرمایا ہے اس کو بغور سن کر اپنے میں دیکھو کہ یہ باتیں تمہارے حال میں ہیں۔ تو سنو دہد کے لغوی معنی یا لغت پانے انوکھیں ٹھکنے ہونے اور مالا مال ہونے کے ہیں۔ جب سالک کے وجود میں مستی مشقِ اتنی غالب ہو جائے کہ اسے خود اپنے وجود کی خبر نہ رہے تو اس مقام کو عالمِ قہر و محبت کہتے ہیں یہ مقام حال ہے قال سے اسے کوئی تعلق نہیں حال کی شرح احاطہ تقریرِ دگر سے باہر ہے۔ اور جو شخص حال میں ہو وہ اگر آگ کے انہار میں گر پڑے تو آگ کی محال نہیں جو اس کا بال بیکا کر سکے اور اگر دریا میں گر پڑے تو دریا کی محال نہیں جو اس کو ڈبو سکے اور اگر پہاڑ سے ٹھیب میں گر پڑے تو کیا محال ذرہ بمبار چوٹ آجائے۔ اگر یہ باتیں نہیں تو تم جھوٹ بول رہے ہو۔ لعنہ اللہ علی الکاذبین۔ اور جہاں ڈھولک رکی اور ناپنے والے ہوش میں آگئے یہ کیسے حال والے حضرات ہیں وہ لوگ دن بھر بیہوش ہی پڑے رہتے تھے اور بعض تو دو دن اور بعض تو ایک ہفتہ تک بے ہوش رہتے اور بعض اسی حال کی بے ہوشی میں انتقال فرما جاتے۔ تو اے نام نہاد و صوفیوں میں کسی کو ایسا حال آیا یا آتا ہے اللہ سے ڈرو کہ تم جن کے بننے ہو انہیں کی مخالفت خوب دل کھول کر کر رہے ہو۔ تمہیں حشر کے دن ان سے کوئی مدد ملنا مشکل ہے۔ سنو سنو اور کان کھول کر سنو ا فقیر نے اپنے اس مضمون میں صرف چشتی بزرگوں کے فرمان پیش کئے ہیں۔

اس مضمون میں کسی قادری بزرگ کا فرمان قلم بند نہیں کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ بعض چشتی کہہ دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ قادر یوں کو تو چشتیوں سے مخالفت ہے۔ اس لئے ایسی باتیں کرتے اور سارے کے خلاف مضمون بھی لکھتے ہیں۔ پھر وہی لفظ میں استعمال کر دوں گا۔

لَعَنَ اللّٰهُ صُلٰی الْکَذٰبِیْنَ اگر اپنے بزرگوں کے فرمان کا لیشان پر گردن رکھ دو گے تو تمہیں ہر جگہ بھلائی ہی بھلائی حاصل ہوگی۔ ورنہ بچتا نا ہی ہوگا۔ اور دین سے بھی دور ہو جاؤ گے۔ ہمارا کام سمجھانا ہے۔ تمہارا کام ہے مانو نہ مانو۔

بشکریہ (ماہنامہ صلی حضرت بریلی شریف اویا)

خوابِ مرشد

از: محترمہ نصرت حفیظہ صاحبہ "ماں جی"

جب سے یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔ اور جہاں جہاں بھی لوگ آباد ہیں۔ دنیا کے ہر حصے میں بسنے والے انسانوں، ہر قوم کے افراد اور تقریباً ہر آدمی کو کبھی نہ کبھی خواب ضرور آتا ہے۔ بعض لوگوں کو کثرت سے اور بعض کو کبھی کبھار آتا ہے۔

خواب کے متعلق تمام روئے زمین اور عالمِ انسانی میں دو نظریات پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ خواب مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف وہم اور ذہنی بیماری کی دلیل ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے۔ کہ اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔

احکاماتِ الہی کی روشنی میں خواب کی حقیقت کیا ہے۔ علمِ تعبیر کی فضیلت یہ ہے۔ کہ خداوند کریم نے اسے خاص انعامِ تعبیر فرمایا ہے۔ جس علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و کرم ظاہر کیا ہے۔ وہ علم کتنا افضل و مبارک ہوگا۔ ارشادِ الہی کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ سورۃ یوسف میں ارشاد فرمایا "کہ اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس ملک (مصر) میں سلطنت عطا فرمائی اور اس کو علمِ تعبیر سکھایا۔"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کے بعد ایک خواب دیکھا۔ اس خواب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح ذکر کیا ہے۔ "کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کو سچ کر دکھایا۔"

اس ارشادِ باری تعالیٰ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خواب ایک نعمت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکامات بندوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ علم ایسا افضل ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کے نیک بندے نہ صرف اس پر یقین و ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ معبودِ برحق کے حکم پر تسلیمِ ختم کرتے ہیں۔

خواہ وہ احکامِ عالمِ بیداری میں ہوں۔ یا عالمِ خواب میں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں بشارت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور باپ بیٹوں نے مل کر

حکم الہی کی تعمیل کر ڈالی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ایسے فرماتا ہے۔ کہ ”ایراہم ا بے شک تو نے اپنے خواب کو بچ کر دکھایا ہم اپنے نیک بندوں کو اسی طرح اجڑ دیتے ہیں۔“

ان احکامات الہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواب صرف وہم یا خیالات پر مبنی نہیں ہوتے۔ بلکہ اسرار اور احکامات الہی کا ذریعہ اظہار بھی ہیں۔ خدا کے نیک بندوں کو جس طرح عالم بیداری میں احکامات الہی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح ان پر عالم خواب میں اسرار الہی اور احکام کا انکشاف ہوتا ہے۔ تو وہ پوری گن سے ان پر کار بند ہوتے ہیں۔

خواب کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
”آثار نبوت میں سے اب کوئی شے باقی نہیں رہی۔ لیکن بھڑات یعنی میرے بعد نبوت ختم ہو جائے گی۔ اور آئندہ ظہور میں آنے والے واقعات کو معلوم کرنے کا طریقہ بھڑات کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھڑات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اچھے یا بچے خواب۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کا خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اُس نے مجھ کو ہی دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“

خواب کے متعلق اس تمہید کا میرا ایک خاص مقصد ہے۔ کہ میں ایک گنہگار، عاجز و مسکین ہندی اپنے مرشد کریم حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کے خواب اپنے بہن بھائیوں تک پہنچانا چاہتی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جانتی ہوں۔ کہ میری اوقات کیا ہے۔

سب سے پہلا خواب جو خود میں نے اپنے گنہگار کانوں سے مرشد کریم حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کی زبان صدیق سے سنا۔ اور پھر اسکی عملی صورت کو اپنی نظروں کے سامنے کھل ہوتے دیکھا۔ آج وہ خواب ساری دنیا دیکھ رہی ہے اور ہر گھر میں

نور تکبیر رہا ہے۔ جب بھی مرشد کریم فیصل آباد رونق افروز ہوتے۔ اُن کے ارشادات خطابات، ملفوظات کوئی ڈی میں ریکارڈ کر لیا جاتا تھا۔

جب بھی ہم علامہ حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی صاحب سے ملتے۔ تو اُن سے عرض کرتے کہ مرشد کریم کے ملفوظات کی سی ڈی کیبل والوں کو دے کر چلوائیں۔ تاکہ سب لوگ اس سے فیضیاب ہو سکیں۔

ایک دن حافظ صاحب نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی۔ کہ حضرت صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایک ٹی وی چینل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ جلد اس کا قیام عمل میں آئے گا۔ اور ہم سب کی تعلق ختم ہو جائے گی۔ پھر ایک دن حافظ صاحب نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی۔ کہ ماں جی حضرت صاحب نے الکھنڈ میں نور ٹی وی قائم کر دیا ہے۔ اب ہم نے پوری کوشش کر کے شوق و محبت سے نور ٹی وی آن کیا۔ سبحان اللہ ٹی وی آن ہوتے ہی سکرین پر مرشد کریم کے نورانی چہرہ مبارک نے تمام گھر میں اپنا نور تکبیر دیا۔

میں نے ایک دن مرشد کریم حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کو نور ٹی وی پر سنا۔ وہ اپنا خواب مبارک بیان فرما رہے تھے اور آج وہ خواب پوری دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں اور سورج کی طرح چمک رہا ہے۔

مرشد کریم فرماتے ہیں۔ سحری کا وقت تھا۔ آسمان صاف تھا کسی جھپے پر بھی ابر نہیں تھا۔ آسمان کے چاروں طرف سبز رنگ میں کلمہ شریف لکھا ہوا ہے۔ اور درمیان میں اللہ لکھا ہوا ہے۔ ایک ایک ذرہ زمین نور میں نہایا ہوا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ قیصر کا وقت تھا۔ میری کیفیت کچھ اور تھی۔ دل میں خیال آیا۔ رب کریم کسی سے دین کا کام لینا چاہتا ہے۔ ”تم سے ایک کام لیا جائے گا۔ ایسا کام کرو۔“

پھر نور ٹی وی معرض وجود میں آیا۔ یہ بھی مرشد کریم نے فرمایا کہ ٹی وی کا نام خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”النور“ اس لئے اس کا نام نور ٹی وی رکھا گیا۔ سبحان اللہ

اب یہ نورانی دی گھر گھر نور کا پیغام پہنچا رہا ہے۔ الحمد للہ نورانی دی بنا۔ سب کے ذمے کام تقسیم ہوئے۔ کوئی حدیث مبارکہ پڑھائے۔ کوئی سیرت النبی، کوئی تفسیر القرآن، غرض ہر شعبہ کسی نہ کسی کو دے دیا گیا۔ لیکن کسی نے مشنوی شریف کی طرف دھیان نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے کہا۔ کہ میں مشنوی شریف پڑھاؤں گا۔

اچانک اتفاق ہوا۔ کہ مشنوی شریف کی طرف آؤ۔ میں نے نفل پڑھے دعا مانگی۔ تین دن درس دینے کے بعد چوتھے دن خواب میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے بالکل گھبراہٹ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میں آپ کو رکھنے نہیں دوں گا۔ اُن کا چہرہ انور نور میں ڈوبا ہوا تھا۔

دوسری مرتبہ قویہ میں اُن کے حکم پر گیا۔ رہی سہی کسر وہاں پہنچی فرمادی۔ اس کے بعد مشنوی شریف میری زندگی و روح بن گئی۔ انہوں نے درس مشنوی شریف کے لئے مجھے پند فرمایا۔ الحمد للہ مرشد کریم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے قویہ بلایا تو ان کے حرارِ اقدس پر زیادہ لوگ کو جمع نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور زیادہ دیر بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مجھے ان کے حرارِ شریف کے قریب کرسی رکھ دی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کتاب کھولو۔ جہاں سے کھلو ہاں سے پہلے صفحے کا پہلا شعر کا ترجمہ اور تشریح بیان فرمائیں۔ ابھی آپ نے کتاب کھولی نہیں تھی۔ کہ پولیس اندر آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ آپ باہر نکلیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔ مرشد کریم دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا۔ میں نے زیر لب کہا۔ کہ انہوں نے خود ہی بلایا ہے۔ اور وہ خاموش ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ آپ حضور نے وہ شعر پڑھا۔ اور اس کی تشریح فرمائی۔ وہ بھی وہاں بڑے ادب و احترام سے کھڑے سنتے رہے۔ جب ختم ہو گیا تو مرشد کریم کو بہت عزت و احترام سے ملے اور انہیں اپنے ساتھ آفس لائے۔ اور وہاں انہیں چائے وغیرہ بھی پلائی۔

بزرگوں کے ساتھ رابطہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ رابطہ اگر مضبوط ہو جائیں تو انسان بڑے سے بڑا کام کر گزرتا ہے اور کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

مرشد کریم حضرت میر علاؤ الدین صدیقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کا ایک خواب میں نے جمال نقشبندی میں پڑھا۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب دیکھا کہ دربار کے سامنے غیر ہموار پہاڑی پر عمارت ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ عمارت دیدہ زیب بھی تھی۔ اور پر شکوہ بھی۔ بس یقین ہو گیا۔ کہ خواب اپنی تعبیر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ 1988ء میں اللہ کا نام لے کر ایک ایسی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ جو میر صاحب کے ذہنی نقشے کے مطابق تھی۔ خود ہی نقشہ نویس، خود ہی ماہر تعمیرات، خیال صورت مجسم میں ڈھلنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑ کی چوٹی پر ایک خوبصورت عمارت کا روپ لے گئی۔ منزل پہ منزل تعمیر ہوتی گئی۔ کشادہ کمرے، پُر بہار برآمدے یوں تعمیر ہوتے گئے۔ جیسے کسی ماہر تعمیرات کی نگرانی حاصل کی ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ مرشد کریم حضرت میر علاؤ الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ ساری دنیا میں فیضانِ نبوت تقسیم کر رہے اور سب کے لئے رحمت و برکت کا باعث ہیں۔ آپ کے بارے میں جتنا سنا اور دیکھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں جان سے غار ہیں۔ آپ کی زندگی کا اولین مقصد مشق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بے پناہ محبت ہے۔ اور یہی محبت ہمیں اُن کے نام کے حصے میں بھی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مرشد کریم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مشق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

 امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی
 تعلیمات کو عام کرنے کیلئے عظیم الشان پروگرام **مجدد الف ثانی** رحمۃ اللہ علیہ منایا
 جائے۔ اپنے محلے، شہر، قریبی مساجد اور گھروں میں بھی تقاریب منعقد فرمائیں۔
 الدی الی الخیر۔ مولانا غلام رسول نقشبندی مجددی، محمد عارف نقشبندی، محمد سعید نقشبندی، اسلم باجوہ نقشبندی
 محمد مقدر صدیقی، محمد عثمان قادری، محمد عدیل یوسف صدیقی و خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد

ہم اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور مرشد کریم، عظیم علمی و روحانی شخصیت

حضرت پیر محمد علاء الدین صدیقی صاحب

سیرکار کو شہر فیصل آباد قدم رنجہ فرمانے پر شکر گزار ہیں۔

ملک محمد آصف اقبال صدیقی و جملہ پیر بھائی

ریٹائنس کارگاہ ڈکریز سروس فیصل آباد 0321-6624401

عبد الناصر صدیقی غوثیہ دوحانہ پتیل کالونی نمبر 2 فیصل آباد 0322-8667577

ہم مرکزی میلاد کمیٹی فیصل آباد کے چیئرمین

عاشق مدینہ حضرت قبلہ حاجی منیر احمد نورانی صاحب

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری صاحب صدارتی ایوارڈ یافتہ سیرت نگار و تمام ممبران میلاد کمیٹی کو ہر سال جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام غیر شرعی امور سے بچنے کی ترغیب، آگاہی اور اکابرین کی طرح ہر جائز طریقہ کو اپنانے کا درس اور اصلاحی اجلاس میں مقتدر علمائے کرام کو مدعو کر کے محافل میلاد کے بانی حضرات، سجاوٹ کرنے والے عاشقان رسول کو جمع کر کے دعوت فکر دینے پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اصلاحی اجلاس ہر شہر میں ہونے چاہیں تاکہ ہم تمام غیر شرعی امور سے بچ کر پاکیزہ محافل اور جشن منا کر سرخرو ہو سکیں۔

محمد عادل اشفاق صدیقی

منجانب: خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد

سین لو آف کے
ڈکریز سروس
دلوں کو اطمینان
دیتا ہے

الآنکذکر اللہ تعالیٰ بحمل القلوب

ہر انگریزی ماہ کے پہلے ہفتہ والے دن بعد نماز عصر تا عشاء

محفل ذکر

آستانہ مبارک ڈھوک کشمیریاں راولپنڈی 051-4907744

خطاب و درغا آفتاب علم و حکمت واقعہ نون حقیقت

سفیر عشق رسول سرتاج الاولیاء مرشد کریم

حضرت علامہ

پیر محمد علاء الدین صدیقی

زینت بجاہ آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر

پانچویں صدی ہجری • اہل حق و انصاف کے لیے نورانی راہ • اہل حق و انصاف کے لیے نورانی راہ

چندرمین محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل چندرمین نورانی وی

فیصل آباد

خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل

فیصل آباد

0321-7840000

0321-7611417

شیخ نورانی زرد آگہ نمند
 با شوق ہم نور زار ہم نمند
 شیخ نورانی کی مداحی کا کتابچہ
 اسے علامہ کے ماحول کو بھی مداح کی طرح
 (1988ء تا 2014ء)



علامہ محمد رفیع غزنوی

مشائخ ائمہ عربیہ و اسلامیہ
 2 روزہ



زادہ دارت و خلیفہ حضرت امام
 ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

مرکز علمی
 جامعہ عربیہ اسلامیہ
 محمد بن عبد اللہ
 سداہار
 جھنگ روڈ فیصل آباد
 پروگرام

سراج الاولیاء، مرشد کرم
 علامہ
 پیر محمد عبداللہ بن محمد
 عربیہ و اسلامیہ
 حضرت مولانا محمد رفیع غزنوی مدظلہ العالی
 حضرت مولانا محمد رفیع غزنوی مدظلہ العالی
 حضرت مولانا محمد رفیع غزنوی مدظلہ العالی
 حضرت مولانا محمد رفیع غزنوی مدظلہ العالی

پہلا نشست 4 دسمبر بروز جمعرات بھڑناڑوہار
 تلاوت، نعت خوانی، ختم خواجگان، خطابات علامہ کرام
 دوسری نشست 5 دسمبر بروز جمعہ لاہارک
 آغاز تقریب سید 9 بجے صبح تلاوت، نعت خوانی
 خطابات شیخان مرشد کرم حضرت علامہ عبداللہ بن محمد
 نماز جمعہ لاہارک 1 بجے بعد نماز جمعہ لاہارک سنگھ رینڈوہار

5-4 دسمبر
 جمعہ جمعہ جمعہ
 2014

علامہ محمد رفیع غزنوی مدظلہ العالی
 انٹرنیشنل فیصل آباد

0321-7840000, 0321-7611417
 0300-9654311, 0312-9658338

الذی
 اللہ